پاکستان میں 2005ء کے زلزلہ پر خصوصی شمارہ

ملبے کے ڈھیر سے

ایک نئی زندگی

پاکستان میں 2005ء کے زلزلہ پر خصوصی شمارہ

ملبے کے ڈھیر سے

ایک نئی زندگی

خواتین زیرِ اثر مسلم قوانین
Women living under muslim laws
النساء في ظل قوانين المسلمين
Femmes sous lois musulmanes

شرکت گاہ
ویمنز ریسورس سنٹر

جملہ حقوق بنام شرکت گاہ محفوظ ہیں 2006ء

مترجم : ملک شہباز احمد

ادارت : عارفہ نازلی

ڈیزائننگ : محمد عاصم

مالی معاونت : NOVIB، Royal Norvegian Embassy اور SDC

پرنٹر : رئیلٹی پرنٹرز

پبلشر : شرکت گاہ، ویمنز ریسورس سنٹر

P.O.Box.5192 لاہور، پاکستان

ای میل : لاہور: pubs@sgah.org.pk

کراچی: shirkat@cyber.net.pk

پشاور: sgpes@psh.paknet.com.pk

ویب سائٹ : www.shirkatgah.org

اس خصوصی شمارے کی تیاری کے سلسلے میں ہم الیفیہ حسین، محمد احمد اور خاور ممتاز کے مشکور ہیں۔

فہرست

تعارف	**7**
ماضی کے تجربات سے سبق سیکھنا	**15**
انسانی حقوق کے فریم ورک میں بحالی کا کام: **بنیادی مسائل**	17
بحرانی حالات میں عورتوں اور بچوں کے غیر محفوظ ہونے کے امکانات میں کمی: **سونامی سری لنکا میں**	27
آبادکاری اور تعمیرنو: **ایک مسلسل تناظر میں**	31
زلزلے کے بعد کی صورتحال کا ادراک	**33**
فوری ضروریات کا تعین: **کیمپوں سے اُٹھنے والی صدائیں**	35
خواتین کے خلاف تشدد: **دبے ہوئے حقائق**	41
بے دخلی: **غیر محفوظ پناہ گاہیں**	47
ماں کی صحت: **نئی زندگی**	51
ذریعہ معاش کا خاتمہ: **ایک انتخاب کی تلاش**	53
بحالی کا راستہ	**57**
نئی زندگی کی امنگ کے ساتھ: **جذباتی و نفسیاتی بحالی**	59
جسمانی و ذہنی تھکاوٹ The 'burn out' syndrom حالات سے نبٹنے کی صلاحیت کو بڑھانا	65
ضمیمہ نمبر 1	72

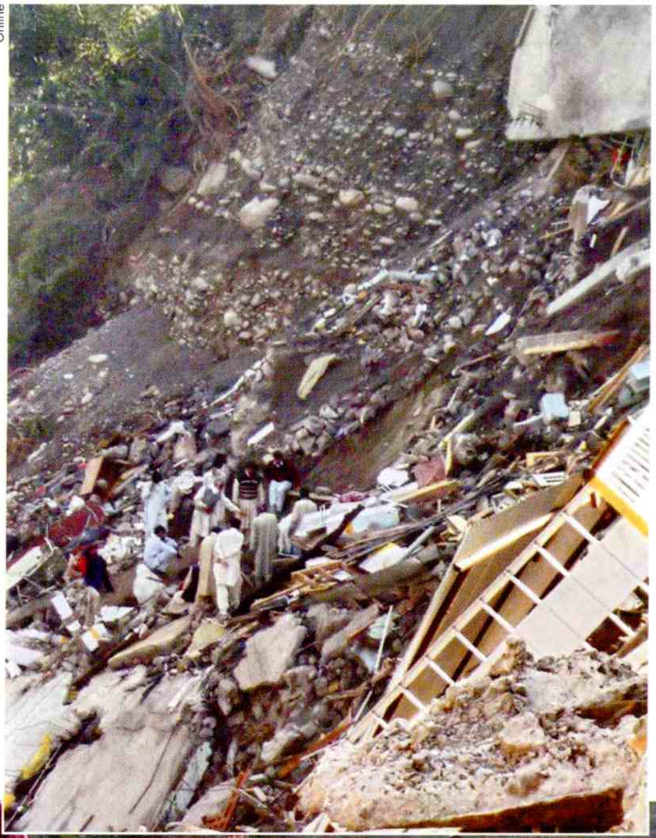

Online

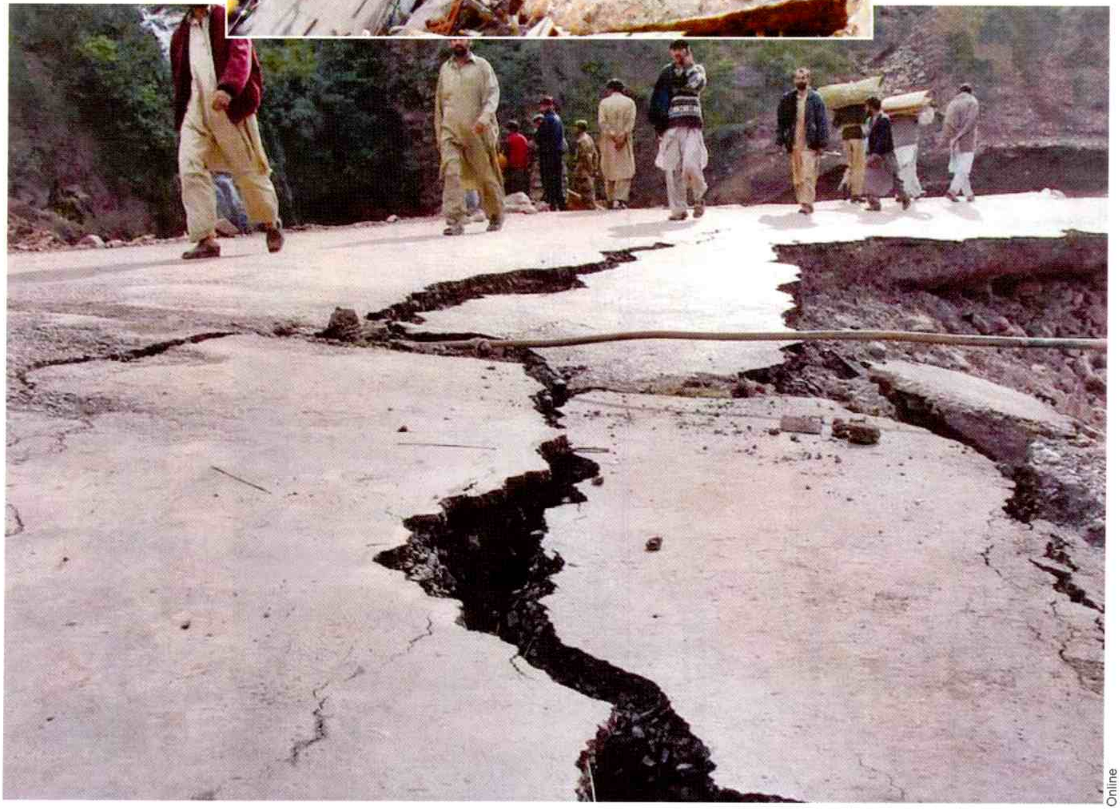

Online

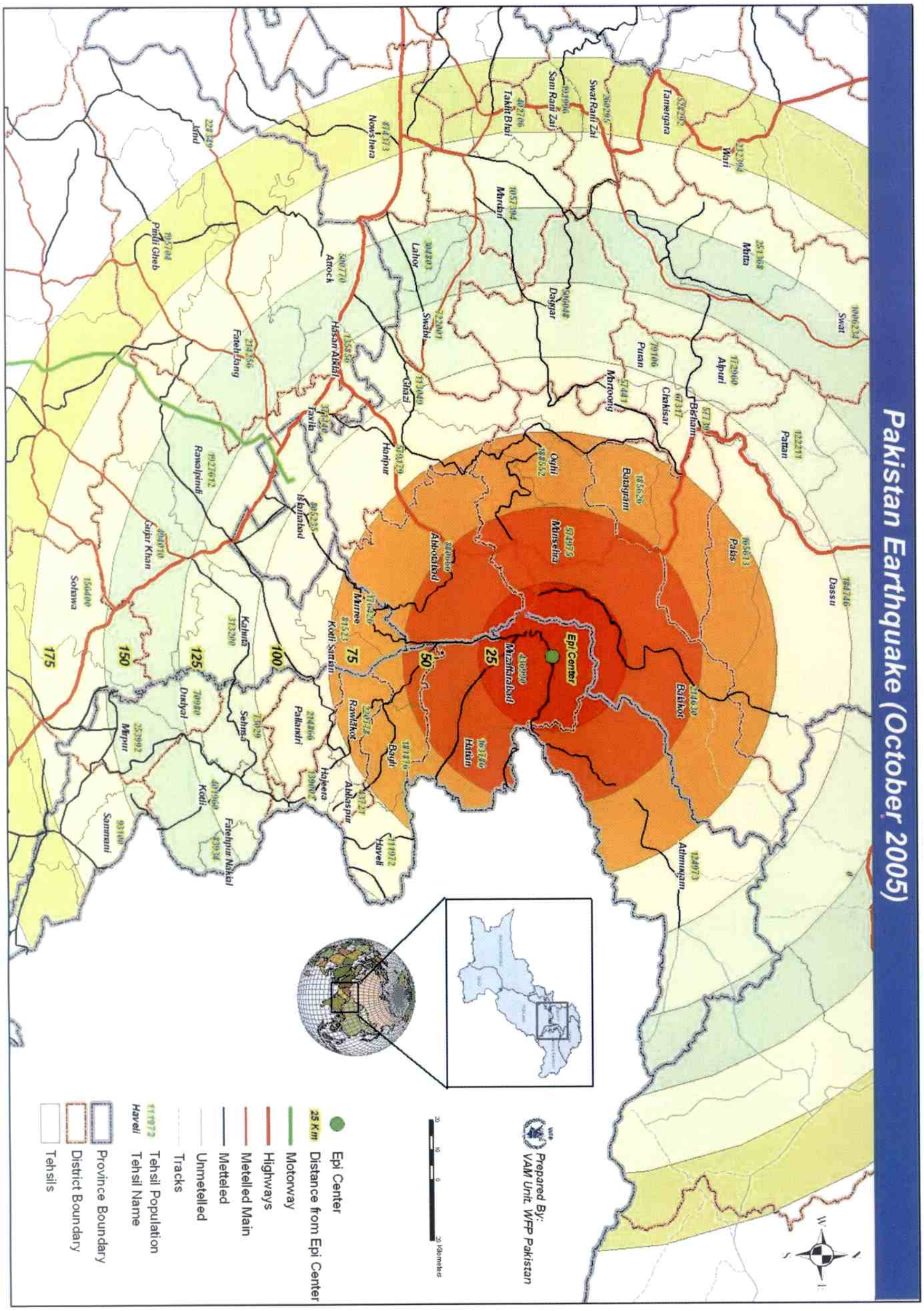
Pakistan Earthquake (October 2005)
Prepared By:
VAM Unit, WFP Pakistan
Epi Center
25 Km Distance from Epi Center
Motorway
Highways
Metelled Main
Metelled
Unmetelled
Tracks
Tehsil Population
Tehsil Name
Province Boundary
District Boundary
Tehsils
Epi Center
Muzaffarabad
Mansehra
Abbottabad
Balakot
Batagram
Oghi
Pattan
Bisham
Murree
Kotli Sattian
Rawalpindi
Rawalakot
Bagh
Hattian
Athmuqam
Kahuta
Gujar Khan
Sohawa
Haripur
Attock
Swabi
Mardan
Nowshera
Swat
Mirpur
Kotli
Dadyal
25
50
75
100
125
150
175

Online

ملبے کے ڈھیر سے

ایک نئی زندگی

تعارف

8 اکتوبر 2005ء کے ہولناک زلزلے (جس کی ریکٹر سکیل پر شدت 7.6 تھی) نے پاکستان اور بھارت کو تقسیم کرنے والے پہاڑی سلسلہ کو ہلا کر رکھ دیا۔ یہ تباہی حالیہ برسوں میں ہونے والی بھیانک تباہیوں میں سے ایک تھی۔ اس زلزلہ میں تقریباً 86 ہزار لوگ ہلاک اور ایک لاکھ سے زائد زخمی ہوئے۔ دس ہزار سے زائد بچے یتیم اور اندازاً 35 لاکھ لوگ بے گھر ہوئے۔ زلزلہ کے فوراً بعد بحالی کے کاموں میں درپیش چیلنجوں کے متعلق اقوام متحدہ کے ایمرجنسی ریلیف کوآرڈی نیٹر جان ایگی لینڈ نے کہا ''ہمارے خیال میں سونامی کا طوفان تباہ کن تھا لیکن یہ زلزلہ اس سے بھی بدترین ہے۔''

پاکستان کی طرف لائن آف کنٹرول پر ہونے والی تباہی بہت زیادہ تھی اور اس قیامت خیز زلزلے نے دور دراز کے علاقوں کو ترقیاتی فوائد سے بھری دنیا سے کاٹ کر رکھ دیا۔ یہ تباہی ان علاقوں میں زیادہ ہوئی جو پہلے سے ہی کم ترقی یافتہ تھے۔ کئی لوگ غربت کی لکیر کے قریب یا اس سے نیچے زندگی بسر کر رہے تھے اور ان کی گزر اوقات کا انحصار پاکستان کے دور دراز شہری علاقوں اور ملک سے باہر محنت مزدوری پر تھا۔

جیسے ہی تباہی کی خبر پھیلی تو پورے ملک سے پاکستانی عوام کا ردِعمل قابلِ دید تھا۔ بچوں سے لے کر کاروباری حضرات، خاتون خانہ سے لے کر معروف گلوکاروں تک تمام لوگوں نے ناقابلِ فراموش مثالی مدد اور ہمدردی کا اظہار کیا۔

دوسری بے شمار چھوٹی بڑی سول سوسائٹی تنظیموں کی طرح شرکت گاہ، ویمنز ریسورس سنٹر نے بھی اس مشکل صورتحال سے نبٹنے کے لیے اپنی سرگرمیاں معطل کر کے جوائنٹ ایکشن کمیٹی برائے پیپلز رائٹس (JAC) میں حقوق کے لئے کام کرنے والی دوسری تنظیموں کے ہاتھ میں ہاتھ ملایا۔ شرکت گاہ نے شروع میں بحالی کی اشیاء (جن میں خیمے، کپڑے، کمبل، بچوں کے لئے بوتلیں، بستر اور رضائیاں شامل تھیں) ان میں اپنی توانائیاں صرف کیں۔ یہ کام شرکت گاہ نے جوائنٹ ایکشن کمیٹی اور زلزلہ زدگان کی بحالی کے لیے کوشش کرنے والے گروپوں (JAC-ERE)[1] کے ساتھ مل کر کیا۔ بعد میں شرکت گاہ نے آزاد کشمیر کے علاقہ پنجگراں کے کشمیری گروپ 'پریس فار پیس' کی مدد کی درخواست کا مثبت جواب دیا۔ سڑک کٹ جانے کی وجہ سے پنجگراں میں بحالی کی اشیاء نہ پہنچ سکی تھیں۔ اس کے علاوہ ہیلی کاپٹرز کی مدد سے فراہم کی گئی بحالی کی اشیاء بھی انہیں دستیاب نہیں ہوئی تھیں۔ آخر کار شرکت گاہ نے اس علاقہ میں براہِ راست بحالی کی اشیاء پہنچانے کا کام شروع کیا۔ بعد ازاں صوبہ سرحد کے علاقہ کوہستان میں زلزلہ سے متاثرہ لوگوں کی امداد کے لئے بحالی کا ساز و سامان پہنچایا گیا۔ (دیکھیں ضمیمہ نمبر 1)

حقوق کے لیے کام کرنے والی جوائنٹ ایکشن کمیٹی میں زلزلہ زدگان کی بحالی کی کوششوں کے گروپ میں سے صرف چند ایک کو بہبودِ انسانی کے لیے کام کرنے کا تجربہ تھا اور کئی ایک دوسرے گروپس کی طرح شرکت گاہ نے بھی تجربے سے سیکھا۔ ایک فورم کے طور پر جیک ای آر ای گروپ نے ہر وقت لوگوں کے حقوق کے مسئلہ کو زندہ رکھنے کی بھرپور کوششیں کیں۔ جیک ای آر ای گروپ نے شروع سے ہی تباہ ہونے والے علاقوں میں خواتین اور دیگر مظلوم گروہوں کی مخصوص ضروریات کو اجاگر کرنے اور پورا کرنے کی بھرپور کوشش کی۔

خواتین کی ضروریات اور حقوق پورا کرنے کی یقین دہانی

خواتین کے حقوق کے لیے کام کرنے والی تنظیم کے حوالے سے شرکت گاہ بچ جانے والی خواتین کی حفاظت اور اُن کے حقوق کے بارے میں خاص طور پر فکر مند تھی اور آج بھی ہے۔

تباہی کسی قسم کی بھی ہو اس کا مردوں اور عورتوں پر اثر مختلف ہوتا ہے۔ 8 اکتوبر کے زلزلے کا خواتین اور مردوں پر اکثر صورتوں میں اثر تقریباً ایک جیسا ہی تھا مگر کچھ اہم صورتوں میں مختلف بھی تھا۔

1- شرکت گاہ کی طرف سے کی گئی بحالی کی سرگرمیاں سنگی ڈویلپمنٹ فاؤنڈیشن، لیبر پارٹی اور لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن اور عمر اصغر خان ڈویلپمنٹ فاؤنڈیشن کے ساتھ مل کر انجام دی گئیں۔ کچھ بحالی کی سرگرمیاں NRSP کے ذریعے بھی کی گئیں۔

زلزلے کی تباہی نے پہلے سے موجود صنف سے متعلق ان خطرات اور خدشات کو مزید بڑھا دیا جو پردے کی رسومات سے شروع ہوتی ہیں جیسے صنفی لحاظ سے علیحدگی اور خواتین کا تنہا رہنا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ خواتین کی بحالی کے سامان تک رسائی محدود ہوگئی اور بحالی کے لیے کیے گئے اقدامات میں مردوں کے مقابلے میں عورتوں کو زیادہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ عورتوں کو فیصلہ سازی سے خارج کر دیا گیا۔ یہ سب کچھ شروع میں کیمپ کے انتظامات اور بعد میں تعمیر و بحالی کے نام پر کیا گیا۔ خواتین ڈاکٹروں اور مددگاروں کی کمی کی وجہ سے بھی مشکلات بڑھ گئیں۔ کیونکہ خواتین مرد ڈاکٹروں سے اندرونی مسائل یا تولیدی صحت کے بارے میں بات کرنے میں شرم محسوس کرتی تھیں۔ جس کے نتیجے میں خواتین کو طبی امداد مکمل طور پر میسر نہ ہوسکی۔

خواتین کے مخصوص مسائل سے متعلق اور 2004ء میں سونامی کے بعد بحالی کی کوششوں کے دوران اٹھنے والے مسائل کو اجاگر کرنے کے لئے شرکت گاہ نے کئی ایک کوششیں کیں تا کہ

(الف) تباہی سے متعلق دوسروں کے تجربات سے سیکھا جا سکے۔

(ب) خواتین کو درپیش خطرات اور غیر محفوظ ہونے کے امکانات کو سمجھا اور ان کا اندازہ کیا جا سکے۔

(ج) زخموں کے بھرنے کے طریقۂ کار میں مدد فراہم کی جا سکے۔

ماضی کے تجربات سے سبق سیکھنا

جوائنٹ ایکشن کمیٹی میں زلزلہ زدگان کی بحالی کی کوششوں کے گروپ کے طور پر شرکت گاہ اور سوسائٹی برائے فروغ تعلیم (ساہی) نے 'بحالی کی سرگرمیوں کے بعد: ضروریات، مسائل اور جوابی اقدامات' کے موضوع پر گول میز مباحثہ کا دسمبر 2005ء میں انعقاد کیا۔ اسلام آباد میں ہونے والی اس گول میز مباحثہ میں اس بات کا اعادہ کیا گیا کہ جیک ای آر ای گروپ اور دوسری غیر سرکاری تنظیموں کو اس بات کا اہل بنایا جائے کہ وہ کارکنوں کے ماضی کے تجربات سے سیکھ کر اپنی کوششوں کو مزید بہتر بنائیں۔ تین مہمان مقررین نے اپنے تجربات کی روشنی میں تباہی اور تباہی کے بعد کی صورتحال، اہم اسباق اور بعض مخصوص ترجیحات پر روشنی ڈالی:

کرن بھاٹیہ جو ایک عشرے سے زائد عرصہ سے خواتین کی پناہ گاہ چلا رہی ہیں، نے سونامی کے بعد کے کام کے بارے میں بتایا جو ساؤتھ ایشین خواتین کی صحت اور تحفظ کے لیے کیا گیا تھا۔ انہوں نے بتایا کہ نفسیاتی اور جذباتی صحت یابی اتنی ہی اہمیت کی حامل ہے جتنی کہ جسمانی۔ انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ مردوں کو بھی صدمے سے باہر آنے کے لیے مدد کی ضرورت ہوتی ہے۔

ٹیرس باسلر کوگا جن کو سابق یوگوسلاویہ اور دور افتادہ گروہوں کے ساتھ تعلیم کے ذریعے کام کرنے کا تجربہ ہے۔

انہوں نے اس بات کی نشاندہی کی کہ آفات ماضی کے کاموں میں بہتری لانے کا موقع فراہم کرتی ہیں۔انہوں نے بتایا کہ مسلح تصادم یا قدرتی آفات کے نتیجے میں اور افراتفری کے عالم میں تعلیمی ادارے، زخموں کے بھرنے اور تعمیرِ نو کے طریقۂ کار میں پناہ کی جگہ کے طور پر کردار ادا کر سکتے ہیں۔انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ بحالی، آبادکاری اور تعمیرِ نو کو ایک کہانی کے حصّے کے طور پر نہ لیا جائے بلکہ ان کو منظّم سرگرمیوں کے طور پر لیا جائے جن کا مقصد تباہی سے پہلے کے معیارِ زندگی میں بہتری لانا ہو۔

جین بیری جن کا خواتین کے انسانی حقوق کے کارکن کے طور پر مسلح تصادم اور اس سے پہلے کی صورتحال سے نبٹنے کا تجربہ ہے۔انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ آفات کے تمام انسانی ہمدردی کے ردِعمل میں انسانی حقوق کی اہمیت اپنی جگہ برقرار رہتی ہے۔انسانیت کی خدمت کرنے والے تمام کارکنوں کو یہ نقطہ شروع سے اپنے ذہن میں رکھنا چاہیے کہ بحالی کا حصول کوئی بڑی بات نہیں ہے بلکہ یہ تمام متاثرین کا حق ہے۔حقوق کے فریم ورک کے لئے تمام کوششوں میں ہر وقت انسانی عظمت کی پاسداری نہایت ضروری ہے۔

اس خصوصی شمارے میں مندرجہ بالا ماہرین کے مضامین بھی شامل ہیں تاہم مندرجہ ذیل چند اہم نقاط پر یہاں روشنی ڈالی جارہی ہے۔

اہم نقاط

- بحالی اور آبادکاری کے کام کو انسانی حقوق کے فریم ورک میں دیکھا جائے تو ہر امدادی کارکن کو تسلیم کرنا چاہیے کہ بحالی تک رسائی ہر ایک متاثرہ شخص کا حق ہے اور یہ کوئی سخاوت یا رعایت نہیں ہے جو کسی کو بھی دی جاتی ہے۔
- آفت کے ردِعمل میں بحالی کے لیےفوج کی طرف سے کی گئی سرگرمیوں کے لیے وقت مقرر ہونا چاہیے۔شروع میں ترسیل کے سلسلہ میں فوج کا کردار بہت معاون ہوتا ہے تاہم:
  - فوج کے انسانیت پسند ردِعمل کی انسانی حقوق کے فریم ورک میں کوئی جگہ نہیں اور اگر ہو تو اس وجہ سے امدادی سامان کی تقسیم میں صنفی عدم مساوات ہوسکتی ہے۔
  - دنیا میں کہیں بھی اور کسی بھی ہنگامی صورتحال میں فوج کے کئے گئے اقدامات کی قیمت ادا نہیں کرنی پڑتی۔ انسانی بہتری کے اقدامات میں مسلح افواج کا استعمال آخری حربے کے طور پر کیا جانا چاہیے اور ان کی طرف سے کئے گئے اقدامات کو وقت کی قید سے مشروط ہونا چاہیے۔
- بحالی اور تعمیرِ نو کی دیکھ بھال میں ذرائع ابلاغ کا کردار بڑا اہم ہوتا ہے۔خبروں کو شائع کرتے وقت لوگوں کی عزت نفس کا خیال رکھنا چاہئیے اور اسی طرح زخمیوں کی تصاویر بناتے وقت بھی۔

- ہر ایک ادارے کے امدادی و بحالی کے کام کا جائزہ لیا جانا چاہیئے اور دستاویزات مرتب کی جانی ضروری ہیں تا کہ بار بار ایک ہی کام سے بچا جا سکے جو عام طور پر بحالی کے عمل میں دیکھنے میں بھی آیا ہے۔
- مقامی سطح پر فیصلہ سازی میں شراکتی طریقۂ کار ہونا چاہیئے۔
- بحالی کے کام کے مرکزی دھارے میں صنفی لحاظ سے غیر محفوظ ہونے والے لوگوں پر کام کرنے کے لیے جواب دہی کا طریقۂ کار ہونا چاہیئے۔

خواتین کا تحفظ اور جذباتی ونفسیاتی بحالی

- لوگوں، خاص طور پر عورتوں اور بچوں کے نفسیاتی زخموں کی بحالی کے لئے انہیں آفت کے بعد نفسیاتی تعمیرِ نو کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کام کے لیے ضروری ہے کہ ان تمام کوششوں میں خواتین سرگرمی سے حصہ لیں۔
- مقامی آبادی کو متحرک بنانے اور بحالی کی کوششوں میں صنف سے متعلق مسائل پر قابو پانے کے لیے مناسب تعداد میں رضا کار خواتین اور فیلڈ میں کام کرنے والوں کی ضرورت ہوتی ہے۔
- کیمپ میں غیر مناسب سہولیات جیسا کہ کیمپ سے باہر بیت الخلاء اور نامناسب روشنی کی وجہ سے تشدد کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔
- اگر مردوں کو صدمہ سے باہر لانے کے لیے مناسب اقدامات نہ کئے جائیں تو دیکھا گیا ہے کہ خاوندوں کا اپنی بیویوں پر تشدد بڑھ جاتا ہے۔

سول سوسائٹی تنظیموں کے لیے اسباق

- سول سوسائٹی تنظیموں کو معلومات کے تبادلے کے لیے شراکتی اقدامات کرنے کے لیے حکومتی توجہ کے حصول کے لیے شاید چند مخصوص مسائل کا سامنا کرنا پڑے اور ہوسکتا ہے کہ حقائق کو جاننے کے لیے مسلسل اور جارحانہ کوشش کرنا پڑے۔
- سول سوسائٹی تنظیموں کی آفت زدہ علاقوں میں بحالی کی سرگرمیوں کی وجہ سے:
  - ان کے اپنے جاری پروگراموں پر برا اثر پڑ سکتا ہے۔
  - سول سوسائٹی تنظیموں کا سٹاف اپنی پالیسی پر کیئے گئے وعدوں کو پورا نہ کر سکے یا اُن پر توجہ نہ دے سکے یا اپنی

اہم پالیسی پر عمل درآمد کی یقین دہانی نہ کروا سکے تو اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اپنے وعدوں سے انحراف کررہے ہیں۔

- **لیکن آفت سول سوسائٹی تنظیم کو موقع فراہم کرتی ہے کہ وہ!**
  - مقامی قیادت کو ابھاریں۔
  - مقامی گروہوں کے کردار/ وسعت کو مزید مستحکم کریں۔
  - ملک میں سول سوسائٹی کی رابطہ سازی کو وسعت دیں۔

- **کارکن 'برن آوٹ' یعنی جسمانی و ذہنی تھکاوٹ سے بچیں:** ہنگامی کوششوں میں عموماً امدادی کارکنوں کی جسمانی اور ذہنی صحت کو نظرانداز کردیا جاتا ہے خصوصاً جب کوششیں کم پیسوں اور انفرادی ذاتی ذرائع سے کی جارہی ہوں۔ وقفہ کی کمی اور برن آوٹ کی وجہ سے تخلیق اور کام کے معیار پر بُرا اثر پڑتا ہے۔ فیلڈ سٹاف کی ذہنی صحت اور جسمانی تحفظ پر ہرصورت توجہ دی جائے کیونکہ انہوں نے بہت زیادہ تکلیف اور مشکلات اپنی آنکھوں سے دیکھی ہوتی ہیں۔

جوائنٹ ایکشن کمیٹی میں زلزلہ زدگان کی بحالی کی کوششیں کرنے والے گروپ نے بحالی کا سامان فراہم کرنے کے عمل کے دوران خواتین کو درپیش کئی ایک مسائل کی نشاندہی کی جو درج ذیل ہیں:

- **خواتین کی نقل وحرکت میں کمی اور صنفی اقدار** شروع دن سے مسئلہ تھیں۔ نقل وحرکت کی کمی کی وجہ سے خواتین کی رسائی امدادی اشیاء، ادویات اور تلافی نقصان تک نہیں ہوسکتی تھی۔

- **صحت وصفائی کی ضروری سہولتوں کا فقدان:** کوششوں کے باوجود جیک ای آر ای گروپ آفت زدگان کی بحالی کی کوششوں میں مصروف کارکنوں کو یہ بات نہیں سمجھا سکا کہ وہ اس بات کو یقینی بنائیں کہ خواتین کے لیے سینیٹری نیپکنز اور دیگر صحت وصفائی کی ضروریات تک رسائی ممکن ہو سکے۔ اس طرح کی صورت حال کا سامنا کئی ایک آفتوں میں دیکھنے میں آیا ہے۔ مثلاً سابقہ یوگوسلاویہ میں ایک مرد سینیٹری نیپکنز تقسیم کرتا تھا اور ایک وقت میں صرف دو دیتا تھا۔ جنوبی ایشیاء میں سونامی سے تباہ ہونے والے علاقوں میں بھی ایسی ہی صورتحال کا سامنا تھا۔

- **بیوہ اور نوجوان عورتیں:** آفت میں بیوہ ہو جانے والی کئی ایک خواتین کو زبردستی ان کے خاوندوں کے رشتہ داروں سے بیاہ دیا گیا یا انہیں آبائی خاندانوں میں بھیج دیا گیا۔ نوجوان لڑکیوں کو ان کے والدین نے ان کے غیر محفوظ مستقبل کی وجہ سے جلدی میں بیاہ دیا۔

- **زمین کی ملکیت اور وراثت:** زمین کی ملکیت کی مناسب دستاویزات کی کمی اور پاکستان میں صنفی نظام نے خواتین

کے لیے کئی ایک سوالات اٹھائے ہیں۔ مثلاً کیا ان خواتین کو زمین کی وراثت سے حصہ ملے گا جن کے خاوند وفات پا گئے ہیں؟ حتیٰ کہ انہیں زمین مل بھی گئی تو کیا انہیں فیصلہ سازی کے اختیارات حاصل ہوں گے؟ ان علاقوں میں جن میں یہ روایت ہے کہ زمین سب سے بڑے بیٹے کے نام کی جاتی ہے وہاں اگر بیواؤں کے بیٹے نہ ہوئے تو ان کا کیا ہوگا؟

- **زلزلہ، گناہوں کی سزا:** زلزلے سے متاثر ہونے والے زیادہ تر لوگوں کا یقین تھا کہ زلزلہ ان کے گناہوں کی وجہ سے آیا تھا۔ سب سے زیادہ مشکلات پیدا کرنے والی مہم وہ تھی جس میں یہ الزام لگایا گیا کہ زلزلہ سود کے گناہ کے جواب میں آیا تھا۔ بعض مقامات پر لوگوں نے کہا کہ زلزلہ اس وجہ سے آیا تھا کہ خواتین غیر مناسب لباس پہنتی تھیں اور ان کے رقص بھی غیر مناسب تھے۔

خواتین کی ضروریات اور ان کے غیر محفوظ ہونے کے امکانات کا فوری جائزہ

زلزلہ سے متاثرہ علاقے میں خواتین کی ضروریات کا جائزہ لینے کے لیے پہلے قدم کے طور پر شرکت گاہ نے آغا خان یونیورسٹی کے ڈیپارٹمنٹ آف کمیونٹی ہیلتھ سائنسز کی کوثر ایس خان اور شمع ڈوسا کے تعاون سے دسمبر 2005ء میں ایک تربیتی ورکشاپ کا انعقاد کیا جس کا عنوان 'زندہ بچ جانے والی خواتین کی ضروریات کا فوری تجزیہ' تھا۔ یہ ورکشاپ اسلام آباد میں ہونے والی گول میز میٹنگ کے متوازی تھی۔ اس ورکشاپ کا مقصد ایسی ٹیموں کی تربیت کرنا تھا جو صنف سے متعلق خطرات اور غیر محفوظ ہونے کے امکانات کا جائزہ لے سکیں۔

ٹریننگ کے بعد دو سے تین رکنی ٹیم (جن کا تعلق شرکت گاہ اور 6 دوسری تنظیموں سے تھا) نے ضلع مظفر آباد (آزاد کشمیر) اور ضلع مانسہرہ (صوبہ سرحد) کے 3 مختلف علاقوں کے 6 مختلف کیمپوں کا فوری جائزہ لیا۔

اس فوری جائزہ سے حاصل ہونے والی معلومات نے اُن مسائل کی نہ صرف تصدیق کر دی جن کی گول میز میٹنگ میں بھی نشاندہی کی گئی تھی بلکہ شرکت گاہ کو عورتوں کے لیے ''محفوظ جگہیں'' بنانے کے لیے ایک پروپوزل تیار کرنے میں مدد فراہم کی۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ خواتین کو ایک ایسی جگہ دی جائے جہاں نہ صرف انھیں ضروریات زندگی میسر ہو بلکہ وہ ایسی جگہ ہو جہاں وہ ایسے کام کر سکیں جو ان کے نزدیک اہم ہوں۔ شرکت گاہ، سنگی اور OAKDF کے ساتھ مل کر مانسہرہ اور مظفر آباد کی 6 محفوظ جگہیں بنانے کے لیے پائلٹ پروجیکٹ شروع کر رہی ہے۔ ان خیالات کو بہت سے لوگوں نے بھی سراہا ہے۔

جذباتی ونفسیاتی بحالی کی جانب

مردوں، عورتوں اور بچوں کی جذباتی ونفسیاتی بحالی کے لیے شرکت گاہ نے سلووینین تنظیم ''ٹوگیدر فاؤنڈیشن'' میں بچوں کی نفسیات کی ماہر ڈاکٹر انیکا کوس کے ساتھ دو روزہ تربیتی ورکشاپ کا اہتمام کیا تاکہ معاونین، سرگرم کارکنوں، ٹریز زاور اساتذہ کو ان آسان تراکیب سے آراستہ کیا جاسکے جو آفات کے بعد بے حال ہونے والے لوگوں اور خاص طور پر بچوں کے ساتھ کام کرنے میں مددگار ثابت ہوسکیں۔ یہ تربیتی ورکشاپ 20 تا 21 مارچ 2006ء میں ایبٹ آباد میں منعقد ہوئی اور اس میں 25 کے قریب لوگ شریک ہوئے۔

آگے کا راستہ

اتنی بڑی تباہی کا اثر بہت زیادہ اور بہت دیر تک رہنے والا ہوتا ہے۔ بہت سارے عوامل اور ان کے نتائج کا آپس میں بڑا گہرا تعلق ہوتا ہے۔ اگرچہ یہ شمارہ تمام متعلقہ مسائل کے بارے میں جامع نہیں ہے تاہم یہ دوسرے تجربات سے سیکھے جانے والے اہم ترین اسباق کو ہمارے سامنے لاتا ہے۔ اس شمارے میں 2004ء میں جنوبی ایشیاء کے سونامی طوفان سے سیکھے جانے والے سبق سے لے کر آزاد کشمیر اور صوبہ سرحد کے متاثرہ علاقوں میں جیک ای آر ای اور شرکت گاہ کے مشترکہ کام کے نتیجے میں سامنے آنے والے سبق بھی شامل ہیں۔ اس شمارے کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

- **ماضی کے تجربات سے سیکھنا** اور گول میز مباحثہ کے دوران تین شرکاء کی جانب سے اہم مسائل پر کی جانے والی بات چیت پر توجہ دینا۔
- **زلزلے کے بعد کی صورتحال کے بارے میں آگاہی کا حصول** جس میں ذاتی تجربات کا ہونا، علاقے کے مختلف دورے اور علاقے کے لوگوں سے میل جول بڑھانا بھی شامل ہے۔
- **بحالی کا راستہ**، جس میں آفت زدہ لوگوں کی نفسیاتی بحالی کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے۔

آفات خواہ کس قدر خوفناک کیوں نہ ہوں وہ ماضی کی غلطیاں ٹھیک کرنے کے ساتھ ساتھ زندگیوں اور معاشرے کو بہتر طور پر تعمیر کرنے کا موقع بھی فراہم کرتی ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ ان معلومات اور اسباق کے تبادلے سے یہ خصوصی شمارہ ہماری سوچ میں اضافہ کرسکتا ہے کہ حالیہ بحران اور اس کے بعد اس سے کس طرح نبٹا جاسکتا ہے۔

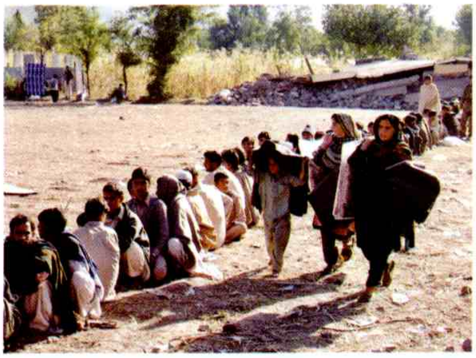

ماضی کے تجربات سے سبق سیکھنا

کسی بھی ہنگامی صورت حال میں خواتین کے بنیادی کردار کو تسلیم کرتے ہوئے شرکت گاہ ویمنز ریسورس سنٹر نے سوسائٹی برائے فروغ تعلیم (ساہی) کے ساتھ مل کر 'بحالی کی سرگرمیوں کے بعد: ضروریات، مسائل اور جوابی اقدامات' کے موضوع پر اسلام آباد گول میز مباحثہ کا انعقاد کیا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ آفات کے بعد کے تجربات اور خاص طور پر ایشیاء میں سونامی کے بعد کے تجربات سے سبق سیکھا جائے۔ اس حصے میں تین اہم ترین شرکاء کی طرف سے دی جانے والی پریزنٹیشنز ہیں جن کا مرکز نگاہ خواتین کو لاحق خطرات اور اندرونی زخموں کو کم کرنا تھا۔ ان تینوں شرکاء نے اس بات پر بھی توجہ دی کہ بحران کی صورتحال میں بحالی کے لیے کام کرنے والے اداروں کا کام کس طرح متاثر ہوتا ہے۔

APP

Online

انسانی حقوق کے فریم ورک میں بحالی کا کام

بنیادی مسائل

جین بیری بحالی کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے کہتی ہیں کہ بحالی، آفت سے متاثرہ ہر شخص کا حق ہے۔

ایک تصوراتی دنیا (جہاں بحالی اور آبادکاری پر عمل کا نفاذ اس طرح کیا جاتا ہے کہ آفت سے متاثرہ تمام لوگوں میں مساوات اور ان کے احترام کو مدنظر رکھ کر خدمت کی جائے)، کے برعکس ہماری حقیقی دنیا میں خواتین کے حقوق اور ترجیحات کو مسلسل نظرانداز کیا جاتا ہے اور خاص طور پر خواتین سے متعلقہ ترجیحات کا کبھی کبھار ہی صحیح جائزہ لیا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ جہاں ان مسائل کی نشاندہی کی بھی جاتی ہے وہاں بھی وہ ادارے جو بحالی کے کام میں مصروف ہوتے ہیں وہ بھی ان مسائل کے جوابی اقدامات کو عملی پروگرام میں نظرانداز کر دیتے ہیں۔

ایمرجنسی کی صورت میں صنفی طور پر حساس اور انسانی حقوق سے متعلقہ اقدامات تک رسائی آخر کم کیوں ہے؟

ایک مناسب جوابی اقدام کے لیے نظریہ موجود ہے۔ لیکن حقوق سے متعلق اقدامات کے لئے وقت اور اداروں کی ذمہ داری کا نہ ہونا سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ حقوق سے متعلق کوششوں کو اکثر اضافی، ایمرجنسی اقدام کے طور پر نظرانداز کر دیا جاتا ہے

مثلاً کہا یہ جاتا ہے کہ مخصوص مسائل کے جائزہ کے لیے وقت نہیں ہے اور ہم جو کچھ کر رہے ہیں ہمیں معلوم ہے[1] یہی وجہ ہے کہ خواتین اور لڑکیوں سے متعلقہ ترجیحات کو تسلیم نہیں کیا جاتا[2]۔

ایک اہم ترین سوال یہ ہے کہ ایمرجنسی ردِعمل میں خواتین کے حقوق کو نظر انداز کرنے کے نتائج کیا نکل سکتے ہیں؟

خواتین کی مختلف ترجیحات کا جائزہ لیے بغیر بحالی کے لیے کام کرنے والے ادارے ان کی اہمیت کو کم کر دیتے ہیں۔ مزید یہ کہ خواتین اور لڑکیوں کو بحالی کی کوششوں میں بنیادی کرداروں کی بجائے مظلوم تصور کیا جاتا ہے یہ بات نچلی سطح سے لے کر خواتین کے حقوق کی منظّم تنظیموں میں بھی پائی جاتی ہے۔

یہ بات ہمیں یہ سوال کرنے پر اکساتی ہے کہ اس کی اہمیت کیوں ہے اور کیوں ہمیں صنف اور حقوق سے متعلق نظریئے سے ہی بحالی اور آبادکاری کو دیکھنا ہوگا؟

جب بحالی اور آبادکاری کے کام کرنے والے ادارے اپنی سرگرمیاں انسانی حقوق کے فریم ورک میں کرتے ہیں تو یہ کوئی مدد یا اضافی خدمت نہیں ہوتی۔ بلکہ حقیقت میں یہ قدرتی آفت سے متاثر ہونے والوں کے حقوق کو پورا کر رہے ہوتے ہیں۔ جو کہ ایک عمل کے طور پر ان کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ ان عمل کرنے والوں میں ریاست کی پوزیشن سب سے زیادہ اہمیت کی حامل ہے اس کے بعد قومی اور بین الاقوامی سول سوسائٹی کے اداروں کے نام آتے ہیں جو کہ بین الاقوامی قانون کے تحت قوائد وضوابط کی پابند ہیں۔ یہ بات انسانی ہمدردی کے چارٹر اور بین الاقوامی ریڈ کراس اور ریڈ کریسنٹ موومنٹ اور این جی اوز کے ضابطۂ اخلاق میں بھی موجود ہے[3]۔

انسانی ہمدردی کی تمام سرگرمیاں انسانی حقوق اور غیر امتیازی اصولوں پر مبنی ہونی چاہئیں۔ ایمرجنسی کی صورت میں غیر امتیازی ہونے کا مطلب یہ لیا جاتا ہے کہ آفت سے بچ جانے والوں کا حق ہوتا ہے کہ وہ برابر کی امداد کا مطالبہ کریں یہ چیز صنف، مذہب، ذات، عمر، جسمانی ساخت، سیاسی وابستگی اور جنسی ترغیبات سے بالاتر ہو کر میسر ہونی چاہیے۔ ہمیں یہ حق حاصل نہیں کہ ہم کسی عناد کی بنیاد پر کسی ایک کو کسی دوسرے پر ترجیح دیں۔ واحد انتخاب یہ ہوتا ہے کہ ہم دیکھیں کہ انتہائی اہم ضرورت کس کی ہے۔ اس لئے انسانی فلاح کے اداروں کو اس بات کی یقین دہانی کرانی چاہیے کہ وہ مردوں، خواتین، لڑکوں

1- ''جلدی میں کیا گیا اختیار کا ناجائز استعمال'' (tyranny of the urgent) جس میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بحالی کے لیے کام کرنے والی تنظیموں کی صنفی معاملات میں آگاہی کے باوجود لڑکیاں اور خواتین بحالی کے سامان سے کسی حد تک محروم رہ جاتی ہیں۔ ذرائع ابلاغ کی کم توجہ اور بحالی کی سیاست مزید پیچیدہ ہو جانے سے یہ مسائل لمبے عرصے تک کے لیے بڑھ جاتے ہیں لیکن اب لیے گئے فیصلے مستقبل کے دروازے کھولتے یا بند کرتے ہیں۔ یہ دستاویز E. Enarson 'Promoting Social Justice in Disaster Reconstruction: Guidelines for Gender-Sensitive and Community-Based Planning, 13 مارچ 2001ء کو Disaster Mitigation Institute of Ahmedabad, Gujrat کے لیے تیار کی گئی تھی۔

2- یہاں یہ علم میں لانا ضروری ہے کہ کچھ تنظیمیں ایسی بھی ہیں جو بنیادی حقوق پر کام کرنے والی اور صنفی طور پر حساس ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ کچھ تنظیمیں ان مسائل سے نبٹنے کے لیے اپنی پوری کوشش کر رہی ہیں۔ لیکن جو تنظیمیں صنفی طور پر حساس نہیں ہیں ان کی وجہ سے بہت دیر ہو جائے گی۔ اور جب حالات بحالی کے فیز تک پہنچیں گے تو اس وقت تک بہت بڑا نقصان ہو چکا ہوگا۔

3- آفات سے بحالی میں بین الاقوامی ریڈ کراس، ریڈ کریسنٹ موومنٹ اور غیر سرکاری تنظیموں (NGOs) کے لیے انسانی فلاح و بہبود کا چارٹر اور ضابطۂ اخلاق دونوں Humanitarian Charter and Minimum Standards in Disaster Response میں پائے جا سکتے ہیں، جو کہ Sphere Project نے شائع کیے ہیں جس کا تازہ ترین ایڈیشن 2004ء ہے۔ صفحات 16 اور 315

اور لڑکیوں کی مخصوص ضروریات برابری کی سطح پر پوری کریں ورنہ ان کی کوششوں کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔

اگرچہ انسانی حقوق کے اداروں نے گزشتہ عشرے میں اپنے ماضی کے تجربات سے سبق حاصل کرنے کے لیے وقت، سٹاف اور رقم کی صورت میں سرمایہ کاری کی ہے۔ ماضی میں خاص طور پر روانڈا میں ہونے والی لڑائی سے بہت زیادہ سبق سیکھا گیا تاہم ان کوششوں سے فیلڈ میں عملی طور پر اس سے فائدہ نہیں اٹھایا گیا[4]۔

اس بات کو جھٹلایا نہیں جا سکتا کہ کسی بھی ایمرجنسی میں کی گئی سرگرمیوں میں اگر صرف مردوں، عورتوں اور بچوں کی مختلف ترجیحات پر ہی توجہ دی جائے تو وہ بعض اوقات غیر مؤثر اور نقصان دہ بھی ہو سکتی ہیں۔

آفت سے بچ جانے والوں کے کلیدی مسائل

دلچسپی کی بات یہ ہے کہ انسانی حقوق اور خاص طور پر خواتین کے حقوق کے سلسلے میں جو سبق سیکھا گیا ہے اس کو آفت زدہ علاقہ میں خواتین کے حقوق کے لیے کام کرنے والے گروہوں کے تجربات سے اخذ کیا گیا ہے۔ ان مسائل کو چار اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

- جسمانی تحفظ: حفاظت و پناہ
- بحالی میں عدم مساوات
- قانونی اور انتظامی مسائل
- آبادکاری کا مرحلہ

جسمانی تحفظ: حفاظت و پناہ

فوج کی بحالی کی سرگرمیاں

کوئی بھی سرگرمی جس میں فوج یا سیکورٹی فورسز کم مدت سے زائد ملوث رہیں تو اس سے آفت سے بچ جانے والوں

-4 1990ء کے وسط میں 'Do No Harm' کی اشاعت منصفانہ نظر ڈالنے کا باعث بنی اور اس کے بعد کی بنیادی جانچ اور مزید احتساب کے لیے اقدامات کیے گئے۔ 'Do No Harm' کی مزید معلومات کے لیے دیکھیں Collaborative Learning Projects & the Collaborative for Development Action, Inc ویب سائٹ: .http://www.cdainc.com/dnh/

اور خاص طور پر خواتین اور لڑکیوں کو خطرات کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس کی تین وجوہات ہیں۔

اوّل: فوجی ردِعمل کی انسانی حقوق کے فریم ورک میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ انہیں روایتی طریقہ جس میں مردوں کو لیڈر (راہنما) اور عورتوں کو مظلوم کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔

دوم: تصادم والے علاقہ میں قدرتی آفت کی صورت میں ان کا مندرجہ بالا رویہ اور نمایاں ہو جاتا ہے۔ مسلح افواج اکثر اوقات تصادم میں پارٹی ہوتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اگر فوجی چاہیں بھی تو پھر بھی وہ غیر جانبداری سے امداد تقسیم نہیں کر سکتے۔ اس کا نتیجہ خطرناک بھی ہوسکتا ہے۔ مثال کے طور پر فوجی بعض مقامی آبادی کی طرف ان کی سیاسی وابستگی کی وجہ سے توجہ نہیں دیتے یا وہ بحالی کے دوران آبادی کے ممبران اور سول اداروں سے خفیہ معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔

سوم: بحالی کی کاروائیوں میں فوج کی موجودگی سے بعض اوقات انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں ہوتی ہیں اور خاص طور پر خواتین کی آبرو یزی اور انہیں جنسی طور پر ہراساں کرنے کے واقعات سامنے آتے ہیں۔

عارضی پناہ گاہوں میں تحفظ

کیمپوں میں بیت الخلاء اور نہانے دھونے کی جگہ خواتین اور لڑکیوں کی ضروریات کو مدنظر رکھ کر نہیں بنائی جاتی۔ یہ غیر محفوظ جگہ پر واقع ہوتی ہیں جہاں اکثر مرد بھی جمع ہو جاتے ہیں اور روشنی بھی نہیں ہوتی۔

استحصال

کیمپوں کے ماحول میں خواتین اور لڑکیوں کو جنسی استحصال کے تجربے سے گزرنا پڑتا ہے یہ بات خاص طور پر اس وقت سامنے آتی ہے جب امدادی اشیاء غیر مساوی طور پر تقسیم ہوتی ہیں۔ اس وجہ سے وہ ان کے استحصال کا زیادہ آسانی سے شکار ہو جاتی ہیں جن کے ہاتھوں میں امدادی اشیاء کا کنٹرول ہوتا ہے۔

خواتین کے خلاف بڑھتا ہوا تشدد

کیمپوں میں خواتین اور لڑکیوں کو مردوں سے جن میں اداروں سے لے کر ہمسائے اور خاندان کے دیگر ممبران بھی شامل ہوتے ہیں سے جنسی تشدد کا زیادہ خطرہ ہوتا ہے۔

بحالی میں عدم مساوات

امداد کی تقسیم

جو لوگ جسمانی طور پر طاقتور ہوتے ہیں اُن کی آواز بھی سنی جاتی ہے اور ان ہی لوگوں کو امداد تک رسائی بھی ہوتی ہے۔ خواتین، بچے، بزرگ اور معذور لوگوں کو زیادہ تر نظر انداز کر دیا جاتا ہے کیونکہ وہ اتنے مضبوط نہیں ہوتے کہ امداد تک پہنچ سکیں۔ یہ بات اس وقت زیادہ کھل کر سامنے آتی ہے جب امداد کی تقسیم علیحدہ علیحدہ نہ کی جا رہی ہو۔

جب ایمرجنسی کی صورتحال بہتر ہونے لگتی ہے تو بحالی کی اشیاء گھروں کے روایتی سربراہوں میں تقسیم کی جاتی ہے۔ ان صورتوں میں جب خواتین اور بچوں کے مرد سربراہ نہیں ہوتے ہیں تو خواتین اور لڑکیاں غیر مردوں سے مدد مانگنے پر مجبور ہوتی ہیں۔

کیا تقسیم کیا جاتا ہے؟

اکثر اوقات خوراک کا راشن مقدار اور اقسام میں ناکافی ہوتا ہے۔ مثلاً حاملہ خواتین، دودھ پلانے والی ماؤں اور بڑے خاندانوں کے لئے راشن ناکافی ہوتا ہے، جس کی وجہ سے اکثر اوقات مائیں خود اپنی خوراک سے محروم ہو جاتی ہیں۔ تقسیم کی جانے والی خوراک کی اقسام بھی مسائل پیدا کر سکتی ہیں۔ مثلاً مختلف قسم کی دالیں جنہیں پکانے میں بہت زیادہ وقت لگتا ہے اور قیمتی ایندھن ضائع ہوتا ہے۔

دوسری مثال جلانے کی مناسب لکڑیوں کے بغیر چولہوں کی تقسیم ہے۔ اس وجہ سے خواتین اور بچے جنگلوں میں لکڑیاں اکٹھی کرنے جاتے ہیں جس وجہ سے وہ تشدد اور بعض اوقات بارودی سرنگوں کا نشانہ بن جاتے ہیں۔

کس چیز کو نظر انداز کیا جاتا ہے؟

اکثر عملی طور پر مناسب بحالی کی اشیاء تقسیم نہیں کی جاتیں کیونکہ خواتین کی ضروریات کو ترجیح نہیں دی جاتی۔ اس کی بڑی مثالیں صحت وصفائی اور سینیٹری نیپکنز کی ضروری اشیاء، مانع حمل ادویات اور مناسب کپڑے ہیں۔ ایک دوسری مثال جو سونامی کے دوران سامنے آئی وہ یہ بھی ہے کہ دودھ پلانے والی ماؤں کو جن کے بچے مر گئے تھے انہیں چھاتی کا انفیکشن ہو گیا تھا

اور وہ اس کا علاج کروانے سے قاصر تھیں۔[5]

بعض ثقافتوں اور خاص طور پر جنوبی ایشیاء میں خودکشی کرنے والوں میں غیر معمولی تبدیلی آئی ہے۔ مردوں کے مقابلے میں خواتین اور بچے زیادہ تر خودکشی کررہے ہیں۔ آفات کے بعد خواتین اور لڑکیوں میں ذہنی وجسمانی معذوریاں عام ہوگئی ہیں اور بدقسمتی سے وہ لوگ جن کو پہلے سے معذوری تھی انہیں ہنگامی صورت حال میں بحالی کی سرگرمیوں میں نظرانداز کردیا جاتا ہے۔

قانونی اور انتظامی مسائل

شناختی دستاویزات

آفات میں خاندانوں کو اہم ترین شناختوں اور قانونی دستاویزات کے بغیر گھروں کو چھوڑنا پڑتا ہے۔ دستاویزات کی عدم دستیابی کی وجہ سے خواتین اور لڑکیوں کو زیادہ خطرہ ہوتا ہے کیونکہ اس وجہ سے وہ سفرنہیں کرسکتیں اور معاوضہ اور جائیداد کے بنیادی حقوق کا دعویٰ بھی نہیں کرسکتی ہیں۔

افراد اور رتبہ میں کمی

خواتین اور بچے جن کے خاندانوں کے سربراہ نہیں مل رہے ہوتے ہیں انہیں دوہرے صدمے کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اوّل تو انہیں غیر یقینی صورتحال سے نبٹنا ہوتا ہے کہ آیا ان کے عزیز واقارب ابھی تک زندہ ہیں۔ اور انہیں زیادہ تر معلومات کے حصول تک رسائی نہیں ہوتی۔ دوسرا موت کے سرٹیفکیٹ کی عدم دستیابی سے وہ جائیداد، پنشن اور بیمہ کے دعویدار ہونے کے قرار نہیں پاسکتے ہیں۔ جب زیادہ تر لاشیں مل جاتی ہیں تو تدفین کی رسومات خاندان کے زندہ بچ جانے والے افراد کے احساسات کا خیال کیئے بغیر ادا کردی جاتی ہیں۔ جس وجہ سے ان کے دکھ میں اضافہ ہوتا ہے۔

معلومات تک رسائی

اگرچہ سب سے اہم ترین مسئلہ جسے عام طور پر نظرانداز کردیا جاتا ہے وہ خواتین کی بحالی اور آبادکاری میں ان کے حق کے بارے میں معلومات تک رسائی ہے۔ انہیں اکثر اوقات علم نہیں ہوتا کہ کیا کیا جائے۔ وہ کس چیز کی اہل ہیں اور کس طرح وہ

راشدہ دوہا جو کہ عمر اصغر خان ڈویلپمنٹ فاؤنڈیشن کے ساتھ پروگرام ایڈوائیزر کے طور پر کام کررہی ہیں، کے مطابق: ''حکومت کی پیش کردہ مراعات مکمل طور پر صنفی طور پر حساس نہیں ہیں۔ اس میں صرف بیوہ خواتین کی نشاندہی کی گئی ہے۔ جن کو یتیموں اور معذوروں کے ساتھ جوڑا گیا ہے۔ لیکن تمام خواتین تو بیوہ نہیں ہیں''۔

ڈان/آئی پی ایس

سرلا نامی گاؤں کی ایک 40 سالہ موسم کی شکار خاتون حکم داد کے مطابق: ''ہم نے گھروں کی دوبارہ تعمیر کے لیے حکومت کی پیش کردہ مراعات سے متعلق سنا ہے لیکن ہمیں یقین نہیں کہ ہم اس کو حاصل کرسکیں گے''۔

ڈان/آئی پی ایس

5- اس جذباتی اور جسمانی تکلیف دہ مسئلے کا ایک سادہ حل hand operated breast pumps کی تقسیم ہوسکتا ہے۔

اپنے حقوق کا دعویٰ کر سکتی ہیں۔ اگر ریاست اور سول ادارے بھی خواتین کو ان کے حقوق کے بارے میں معلومات فراہم نہ کر سکیں تو وہ مکمل طور پر لاعلم رہتی ہیں۔

آبادکاری کا مرحلہ

کیونکہ خواتین اور لڑکیوں سے ایمرجنسی کی صورت میں مناسب طریقہ سے مشورہ نہیں کیا جاتا اس وجہ سے غیر مناسب معاشی مداخلتیں اور خواتین کو زمین اور جائیداد کے حق سے محروم کرنے سے آبادکاری اور تعمیرِ نو کے مرحلے پر برا اثر پڑ سکتا ہے۔

غیر مناسب معاشی مداخلتیں

یہ واقعی پریشانی کا باعث ہے کیونکہ ان کا تعلق اکثر اوقات خواتین کی بااختیاری اور حقوق کے فریم ورک سے ہوتا ہے۔ زیادہ تر مردوں کو ہی چھوٹے موٹے بزنس کے لئے قرضے اور امداد اور تعمیر کی جگہ پر کام کے لئے مدعو کیا جاتا ہے جس وجہ سے انہیں معاشی بحالی کے لئے مناسب موقع مل جاتا ہے۔ خواتین کو عام طور پر ہینڈی کرافٹ کی تربیت دی جاتی ہے اور سلائی مشینیں دی جاتی ہیں تاکہ وہ کم آمدنی والے ہینڈی کرافٹ سے کمائی کر سکیں۔ اس قسم کی سرگرمیاں بعض اوقات ایسے حالات میں مؤثر ثابت ہوسکتی ہیں جہاں خواتین کو تحفظ فراہم کرنے کے لیے روایتی طور پر مناسب طریقے پہلے سے موجود ہوں۔ تاہم ایسی مداخلتیں نہ صرف لمبا عرصہ خواتین کی آمدنی بڑھانے میں ناکام ہوتی ہیں بلکہ ان کے کریڈٹ بزنس کے مواقع اور قانونی فریم ورک تک ان کی رسائی میں کمی ڈالتی ہیں۔

جائیداد اور زمین کے حقوق

جیسا کہ خواتین کو آبادکاری کے مرحلہ میں پالیسی بنانے میں شامل نہیں کیا جاتا اس وجہ سے وہ مقامی آبادی کے ڈھانچے اور گھر بنانے کی اہم پالیسیوں پر اثر انداز نہیں ہوسکتی ہیں۔ اپنی جائیداد پر حق ثابت کرنے کے لیے دستاویزات کی عدم دستیابی کی وجہ سے ان کو آبادکاری کے لئے بنائے گئے گھروں میں رہنے کا حق یا تو مختصر کر دیا جاتا ہے یا ختم کر دیا جاتا ہے۔ پس اس وجہ سے وہ زمین کے حقوق کے بارے میں دعویٰ کرنے کے اہل نہیں رہتی ہیں۔

خواتین کے حقوق کے لیے کام کرنے والے گروہوں اور کارکنوں کے مسائل

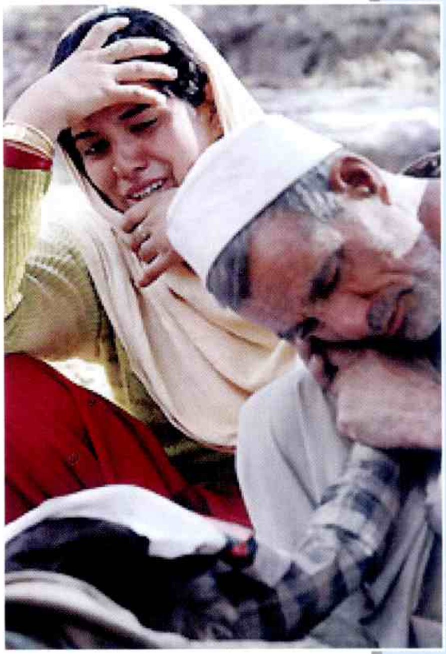

Internet

مرکزی کام سے توجہ کا ہٹ جانا

بڑی آفات کی صورت میں خواتین کے حقوق اور انسانی حقوق کے لیے کام کرنے والے گروہ اپنی توجہ اور انسانی ذرائع مرکزی کام سے ہٹا لیتے ہیں اور وہاں صَرف کرتے ہیں جہاں فوری بحالی کی ضرورت ہوتی ہے۔

تاہم اس تبدیلی کی قیمت بڑی بھاری چکانا پڑتی ہے۔ اوّل یہ کہ سرگرمی اور پریشر کی غیر موجودگی میں قانونی اور سیاسی سطح پر خواتین کے حقوق کی خلاف ورزیوں سے نبرد آزما ہونے سے پہلے ہی نقصان ہوسکتا ہے۔ دوسرا یہ کہ خواتین کارکن فوری بحالی پر توجہ دے رہی ہوتی ہیں جس کی وجہ سے آبادکاری اور تعمیرِ نو میں ان کی مدد اور مشورے کے بغیر کام مکمل کر لیے جاتے ہیں۔

اور جس وقت انسانی اور خواتین کے حقوق کے لئے کام کرنے والے گروہ اپنے بنیادی کام کی طرف توجہ دیتے ہیں اور آبادکاری اور تعمیرِ نو کی پالیسی پر توجہ دیتے ہیں تو اس وقت ان کے اپنے ذرائع ختم ہو چکے ہوتے ہیں وہ اپنی آواز بھی اوپر نہیں پہنچا سکتے۔

فنڈز میں تبدیلی

بڑی آفت کے دوران ردِعمل کے طور پر نسبتاً زیادہ رقم آتی ہے۔ (اگرچہ پاکستان میں یہ ناکافی تھی) لیکن یہ فنڈز خواتین کے حقوق کے بنیادی مسائل کے حل کے لیے ناکافی ہوتے ہیں۔ جب آفت کے بارے میں چھ سے آٹھ ماہ بعد آفت خبروں کا حصہ نہ رہے تو امداد کم ہو جاتی ہے اور بعد میں ختم ہو جاتی ہے۔ اس امداد کی تبدیلی کا حقیقت میں ضروریات سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ دراصل یہ وہ مرحلہ ہوتا ہے جہاں بعض قسم کے مسائل بڑھتے ہیں جیسا کہ خواتین کے خلاف تشدد۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خواتین کے حقوق کے لیے کام کرنے والے گروہوں کے پاس بحالی اور مرکزی کام کے لئے ذرائع بہت کم رہ جاتے ہیں۔

بحالی کے لیے کام کرنے والوں کی جسمانی اور دماغی صحت کو درپیش خطرات

بڑی آفت میں یہ ہوسکتا ہے کہ جو لوگ بحالی کی سرگرمیوں کو انجام دے رہے ہوتے ہیں وہ بالواسطہ یا بلاواسطہ طریقہ سے اس بحران سے متاثر ہوتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے خاندان کے افراد، دوست، گھر یا دوسری جائیداد کا نقصان ہوا ہوتا ہے اور وہ انتہائی تکلیف اور غم کے شاہد ہوتے ہیں۔

حقیقت میں کبھی بھی بحالی کے لیے کام کرنے والے کارکن اس قسم کے نقصان، صدمے اور تکلیف کو برداشت کرنے کے لیے مناسب طریقہ سے تیار نہیں ہوتے ہیں ان کی تکلیف اس وقت بڑھ جاتی ہے جب ان کی مدد کے لیے ذرائع کم پڑ جاتے ہیں۔ ہفتہ میں چوبیس گھنٹے روزانہ کام کرنے کے دباؤ کی وجہ سے ان کی تکالیف اور تھکاوٹ انتہائی حد تک بڑھ جاتی ہے لیکن اس بات کو تسلیم کرنے اور سکون کرنے کی بجائے وہ اکثر اوقات اپنے ضمیر پر بوجھ سمجھتے ہیں کہ وہ مناسب کام نہیں کر رہے ہیں اور دوسرے لوگوں کی تکالیف کے سامنے ان کا کوئی حق نہیں کہ وہ اس بات کو محسوس بھی کریں کہ وہ تھک ہار گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ کام کرتے ہیں جس وجہ سے ان کی جسمانی اور دماغی صحت کو زیادہ خطرہ لاحق ہوتا ہے۔

اس امر کے نتائج بہت خطرناک ہوتے ہیں۔ جب بحالی کے لیے کام کرنے والے تھک ہار چکے ہوں تو وہ اپنی جسمانی حفاظت اور تنبیہی اشاروں کی طرف کم ہی توجہ دے پاتے ہیں، ایسی صورت میں حادثات کی شرح بڑھ جاتی ہے۔ کام کو بہتر انجام دینا، واضع فیصلے کرنا اور مسائل کا تخلیقی حل کرنے کی اہلیت ختم ہو جاتی ہے۔ اس وجہ سے آفت سے بچ جانے والے لوگوں کو ایسے لوگ اپنی حساسیت، کام کے دباؤ اور مناسب تربیت نہ ہونے کی وجہ سے دوبارہ صدمہ پہنچا سکتے ہیں۔

نتیجہ:

یہ کام انتہائی مشکل اور غالباً غیر حوصلہ افزا ہے مگر اس کے باوجود ایسا بہت کچھ ہے جو ہم عملی طور پر کر سکتے ہیں تا کہ بحالی کی سرگرمیوں کو جس طرح کیا جاتا ہے اور جس طرح بحالی کے لیے کام کرنے والے ادارے متاثر ہوتے ہیں اس کو تبدیل کیا جا سکے۔

جین بیری اس وقت Urgent Action Fund for Women's Human Rights میں کنسلٹنٹ ہیں۔ 'Rising up in Response: Women Rights Activism in Conflict' کی مصنفہ ہیں۔ انہوں نے مسلح تصادم والے علاقوں میں بحالی اور آبادکاری کے کاموں میں حصہ لیا ہے اور انسانی حقوق کی تنظیموں کو قدرتی آفات یا مسلح تصادم کی صورت میں ہنگامی طور پر جوابی اقدامات کی پالیسی بنانے میں راہنمائی فراہم کی ہے۔

Newsweek

APP

بحرانی حالات میں عورتوں اور بچوں کے غیر محفوظ ہونے کے امکانات میں کمی

سری لنکا میں سونامی

کرن بھاٹیہ کا کہنا ہے کہ کسی بھی آفت کے بعد ہونے والی بحالی کی سرگرمیوں میں عورتوں اور بچوں کو مظلوم تصور کیا جاتا ہے لیکن گھریلو اور جنسی تشدد کرنے والے مردوں کے جرم پر کم توجہ دی جاتی ہے۔

جنوبی ایشیاء میں سونامی کے تجربے کی بنیاد پر یہ بات دیکھنے میں آئی ہے کہ اکیلی عورتیں اور نوجوان لڑکیاں (خاص طور پر وہ جو زخمی اور معذور ہو جاتی ہیں) اور مہاجر مزدوروں کو عارضی پناہ گاہوں میں زیادہ خطرہ لاحق ہوتا ہے۔ اکثر اوقات خواتین جنسی تشدد، تجارتی جنسی استحصال کا نشانہ بن کر رہ جاتی ہیں۔ ایسے حالات میں خواتین اور لڑکیوں کا اغواء خرید وفروخت اور قتل وغیرہ عام ہو جاتا ہے۔

صورتحال اس وقت بہت خراب ہو جاتی ہے جب خواتین اور بچوں کو مظلوم تصور کیا جاتا ہے لیکن گھریلو اور جنسی تشدد کرنے والے مردوں کے جرم پر کم توجہ دی جاتی ہے۔ سونامی کے بعد کے تجربے سے سبق سیکھتے ہوئے یہ بات سامنے آئی کہ خاندان کے زندہ بچ جانے والے ممبران جائیداد کے نقصان اور بے روزگاری کی وجہ سے ذہنی پریشانی کا زیادہ شکار ہوتے ہیں جس کی وجہ سے وہ یا تو کثرت شراب نوشی شروع کر دیتے ہیں یا پھر خودکشی کر لیتے ہیں۔ سونامی کے بعد زندہ بچ جانے والے مردوں نے بعض صورتوں میں خودکشی کر لی تھی۔ اس لئے آفت کے بعد زندہ بچ جانے والے مردوں کی فوری طور پر نفسیاتی

ضروریات کا خیال رکھا جائے اور انہیں پورا کیا جائے۔ مردوں کو فلاحی کیمپوں میں بور ہونے اور ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہنے کے لئے نہیں چھوڑا جا سکتا۔ ان کی حوصلہ افزائی کی جائے تا کہ وہ پناہ گاہوں کو تیار کرنے اور بحالی کے لیے بنائے گئے کیمپوں کے انتظام میں حصّہ لے سکیں۔

آفات خواتین کی جسمانی ونفسیاتی صحت پر بھی اثر انداز ہوتی ہیں۔ حقیقت میں بعض صورتوں میں انہیں مردوں کی نسبت زیادہ مشکلات درپیش ہوتی ہیں۔ آفت میں گھریلو اور سماجی ڈھانچے کے ٹوٹ جانے اور خاندان کے ممبران کے نقصان کی وجہ سے خواتین میں دباؤ اور پریشانی بڑھ جاتی ہے۔ اگر بچے کی پیدائش کے فوراً بعد آفت آ جائے تو خواتین دوسروں کی نسبت زیادہ مشکلات کا شکار ہوسکتی ہیں۔

قدرتی اور انسانوں کی بنائی ہوئی آفتوں میں گھر بار چھوڑنے کا خواتین کی تولیدی صحت پر بہت منفی اثر پڑتا ہے۔ غربت، ذریعہ معاش کا ختم ہو جانا، سہولیات کا میسر نہ ہونا، سماجی مدد گار نظام کا ٹوٹ پھوٹ جانا اور تشدد ملکر خواتین کی صحت کو تباہ کر دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے بعد خواتین جنسی عمل سے لگنے والے انفیکشن بشمول ایچ آئی وی/ ایڈز، ان چاہے حمل اور سماجی طور پر تمام برائیوں کا با آسانی نشانہ بن کر رہ جاتی ہیں۔ زخم خواہ جسمانی ہوں یا نفسیاتی، وہ تکلیف پہنچاتے ہیں اور ان کے لئے مخصوص اور فوری توجہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ جامع تولیدی صحت کی سہولیات مثلاً ہنگامی اسقاطِ حمل کی اشیاء اور جسمانی اعضاء کی سرجری کی سہولت، نقل مکانی کرنے والی خواتین کو ہر صورت بہم پہنچائی جائے۔ تولیدی صحت کے مسائل میں شہری اور بحالی کی سرگرمیوں کو انجام دینے والے کارکن دونوں شامل ہوتے ہیں۔

آفات سے متاثرہ لوگوں کے زخموں کو کم کرنے کے لئے سب سے پہلے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ: کس کو کیا ملا؟ کون کیا کرتا ہے؟ اور جن علاقوں میں تباہی آئی ہے وہاں بحالی اور تعمیرِ نو کے نتیجے میں فائدہ کس کو ہوا؟ آفت کی صورتحال کا تجزیہ کرنے سے پہلے یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ جن علاقوں میں آفت آئی ہے اگر وہاں کے لوگ روایت پسند ہوں تو آبادکاری اور تعمیرِ نو کا مرحلہ نہایت مشکل ہو جاتا ہے۔ خواتین کو اپنے حقوق کا علم نہیں ہوتا اور اسی وجہ سے ان کا استحصال بھی زیادہ ہوتا ہے۔ مزید یہ کہ آفت کے بعد فوری طور پر نقل مکانی، بحالی کے کیمپوں میں عدم تحفظ اور سماجی رسومات خواتین کو مجبور کرتی ہیں کہ وہ بے بس ہو کر مردوں کی فرمانبردار بن جائیں۔ ایسی صورتحال میں تشدد کو ذاتی معاملہ تصور کیا جاتا ہے چونکہ مردوں کو تشدد کرنے کی سماجی آزادی ہوتی ہے اور زیادہ تر تشدد کے ایسے واقعات رپورٹ بھی نہیں کیئے جاتے ہیں۔

تشدد کے واقعات کو عام طور پر فلاحی کارکنوں کی صنفی ضروریات پر توجہ نہ دینے سے منسلک کیا جاتا ہے۔ مزید یہ کہ زیادہ آبادی والی پناہ گاہیں جہاں نہ بیت الخلاء موجود ہوتے ہیں اور نہ ہی روشنی کا معقول انتظام ہوتا ہے۔ وہاں خلوت کے معاملات بھی واضح طور پر ابھر کر سامنے آتے ہیں۔ تاہم یہ واضح کر دینا چاہیئے کہ جنس اور صنف پر مبنی تشدد ہی واحد مسئلہ نہیں بلکہ

زیادہ خطرے کی زد پر

- اکیلی خواتین
- نوجوان لڑکیاں
- مہاجر مزدور
- عارضی رہائش گاہوں/گھروں میں لوگ
- معذور خواتین/لڑکیاں

سونامی سے سیکھے گئے تجربات

- تشدد اور گالم گلوچ نجی معاملات متصور ہوتے ہیں۔
- مردانہ تشدد کا سزا سے مبرا ہونا سماجی طور پر قبول ہے۔
- زیادہ تر لڑکیاں تابعداری اور ماتحتی کے ماحول میں تربیت پاتی ہیں۔
- لڑکیاں استحصال کے لیے زیادہ غیر محفوظ ہوتی ہیں اور لڑکوں کی نسبت اپنے حقوق سے بھی زیادہ آگاہ نہیں ہوتیں۔

ہر قسم کی ہنگامی صورتحال سے نبٹا جائے۔

- معلومات کے تبادلہ سے
- عارضی پناہ گاہوں میں تحفظ کو یقینی بنانے سے
- ذریعہ معاش کے مواقع مہیا کرنے سے
- نفسیاتی اور سماجی امداد مہیا کرنے سے
- صحت وصفائی اور نکاسی آب کے نظام کو بہتر کرنے سے

آفت سے نبٹنے کے لئے مندرجہ ذیل چیلنج درپیش ہوتے ہیں:

- جو کچھ پہلے سے ہو رہا ہے اس سے ہی شروع کیا جائے۔ اور صنفی آگاہی، خواتین اور لڑکیوں کی بااختیاری اور صنفی تشدد سے بچانے کے لئے نئے منصوبے نہ بنائے جائیں۔
- بحالی کے کام کرنے والے حکومتی اہلکاروں میں صنف سے متعلق غیر محفوظ ہونے کے امکانات میں کمی کے لئے احتساب کے نظام کو مرکزی دھارے میں لایا جائے۔
- مثبت ثقافتی روایات کو مضبوط کیا جائے اور ان کاموں کے سلسلہ میں فوری اور درمیانے ردِعمل کے طور پر آگاہی فراہم کی جائے جو خواتین اور لڑکیوں کے لئے نقصان دہ ہو سکتے ہیں۔
- اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ تمام بحالی کا کام کرنے والے ادارے اپنے سٹاف کی استعداد کار کو بڑھائیں تاکہ متاثرہ مقامی آبادی کی صنف سے متعلق تکلیفوں کو کم کر سکیں۔

خواتین اور بچوں میں جسمانی اور نفسیاتی زخموں یا چوٹوں کو کم کرنے کے لئے امداد درج ذیل طریقے سے ہونی چاہیے:

- فوری ضروریات
- درمیانی مدت کی ضروریات
- لمبے عرصے کی ضروریات

خواتین کے لئے محفوظ جگہ کا تعین خواتین کی بحالی کی سرگرمیوں میں ایک اہم سرگرمی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اس سے ان کی مؤثر طریقے سے مدد ہوتی ہے اور یہ کہ وہ وہاں اپنے آپ کو محفوظ تصور کر سکیں، اپنے تجربات کا ایک دوسرے کے ساتھ تبادلہ

کرسکیں، روزانہ کے مسائل پر ایک دوسرے سے مشورہ کرسکیں، ایک دوسرے کے دکھ درد کو سمجھ سکیں اور بنیادی طور پر یہ ایسی جگہ ہو جہاں وہ خود سے رہنا چاہیں۔

کرن بھاٹیہ UNFPA کی صنفی اور سماجی و ثقافتی تحقیقاتی ایجنسی میں مشیر کے فرائض انجام دے رہی ہیں۔ ان کے پاس سونامی سے متاثرہ علاقوں میں کام کرنے کا تجربہ ہے۔ انہوں نے ایسے منصوبے بھی تیار کیئے ہیں جن میں خواتین پر متوقع صنف پر مبنی تشدد کے خطرات اور چوٹوں یا زخموں کا جائزہ لیا گیا ہے۔

Newsweek

آبادکاری اور تعمیرِنو

ایک مسلسل تناظر میں

ٹیرس پیسلر کوگا کا کہنا ہے کہ آفت کے بعد تعمیرِنو اور آبادکاری میں نہ صرف شروع مراحل کے مقاصد کو زیرنظر رکھا جائے بلکہ اس میں آفت آنے سے پہلے کے جو معیار ہیں ان کو بھی بہتر کرنے کا جو مقصد ہے وہ بھی شامل ہونا چاہیئے۔

کسی بھی ملک میں سول سوسائٹی میں آفت اور تعمیرِنو کے عمل کے بعد عام طور پر تبدیلی آتی ہے۔ اس وجہ سے کسی قدرتی آفت یا مسلح تصادم کے علاقوں میں جو بہترین بحالی اور تعمیرِنو کا کام کیا جاتا ہے اس میں ترقی کے مقاصد، حقوق اور ذمہ داریاں پہلے ہی مرحلے سے ہونی چاہئیں۔

ترکی کی مثال لے لیجئے جہاں کئی سال پہلے زلزلہ آیا تھا۔ سول سوسائٹی اور انسان دوست تنظیمیں آفت کے بعد دوبارہ متحرک ہوئیں اور ان کی طاقت اور ان کا اثر ابھی تک محسوس کیا جارہا ہے۔ اسی طرح بہت سے بالکن ممالک نے سول سوسائٹی میں تبدیلی اور دیرپا اثرات کا تجربہ کیا۔ پاکستان میں 8 اکتوبر کے بعد تباہی کی صورتحال کو دیکھتے ہوئے یہ بات باعث دلچسپی ہو گی کہ کیا تعمیرِنو کا ایسا ہی تجربہ متاثرہ علاقوں میں کیا جائیگا؟ کس چیز پر بحث ہو۔ کس چیز کی منصوبہ بندی ہو اور کس چیز کی دستاویز تیار کی جائیں؟

تعمیرِنو کے عمل میں معاشرتی رسوم، برابری کے مسائل اور کمیونٹی موبلائزیشن کے لئے کھلے مواقع موجود ہیں۔ تعمیرِنو

اپنے ساتھ بہت سے افراد اور ایجنسیوں کو اکھٹا کرتی ہے جن کے ارادے اور مفادات علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں۔ اس وجہ سے اس عمل میں بہتر کارکردگی، مقابلہ اور ابتری ناگزیر ہے۔ این جی اوز کو حکومتی، غیر سرکاری، مقامی اور بین الاقوامی کرداروں کے عمل اور اثر انگیزی کو ذہن میں ضرور رکھنا چاہیئے۔ پالیسی پر اثر انداز ہونے کے لئے مقامی سطح کی غیر سرکاری تنظیمیں، جوابدہی، طریقۂ کار کو شفاف بنانے اور انسانی حقوق پر عملدرآمد کرانے کے سلسلہ میں بڑی مددگار ثابت ہوسکتی ہے۔ غیر سرکاری تنظیموں کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ مقامی مخلص اور غیر ملکی لوگوں کا انتخاب کریں جو خدشات کے بارے میں آواز بلند کرسکیں اور مقامی سول سوسائٹی سے معلومات حاصل کرسکیں۔

ہنگامی حالات، جنگوں اور لڑائیوں کے سالوں بعد بھی صدمے کی نشانیاں باقی رہتی ہیں۔ شروع سے ہی زخم پاشی' انصاف اور امداد کے طریقۂ کار پر توجہ دی جائے تاکہ مسائل کو سمجھا جاسکے اور انہیں درست کیا جاسکے۔ پاکستان میں پہلے سے ہی واضح ہونا شروع ہوگیا تھا کہ زلزلے اور زلزلے کے ردِعمل میں پیدا ہونے والی نفسیاتی پیچیدگیوں اور ذرائع پر کم توجہ دی جا رہی ہے۔

ایسی صورت حال میں تعلیم بڑا اہم کردار ادا کرتی ہے۔ مسلح تصادم اور قدرتی آفت کے بعد سکول ہی ایسی جگہیں ہیں جہاں بدامنی کی صورتحال میں امن اور عقل و دانش میسر ہوتی ہے۔ مسلح تصادم کے علاقوں میں پہلا قدم یہ ہوسکتا ہے کہ اگر سکولوں اور کالجوں کو اسلحہ کے ڈپو کے طور پر استعمال کیا جارہا ہو تو انہیں واپس بحال کردیا جائے۔ قدرتی آفات کے علاقوں میں بھی سکولوں کے انفراسٹرکچر کو بحال کرنے کا تجربہ بھی تبدیلی لاسکتا ہے۔ اس لئے تعمیرِ نو کے بنیادی مسائل کے بارے میں فیصلہ کرنے کے لئے مقامی آبادی کو شراکتی عمل میں شامل کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً سکولوں کے لئے جگہ، زمین، عمارت، کمرہ جماعت اور پانی کی سپلائی وغیرہ کے لئے اساتذہ اور مقامی آبادی کے لوگوں کو بھی اہم فیصلہ سازی کے عمل میں شامل کیا جائے۔ اس وجہ سے مقامی سطح پر فیصلہ سازی میں شراکتی سوچ کا موقع ملتا ہے۔ حقیقت میں آفت کے بعد کسی قسم کے پروگرام یا مداخلت کے نفاذ کے لئے ایجنسیوں کو سب سے پہلے آفت زدہ علاقہ میں مقامی نظام کو سمجھنا چاہیئے۔

ٹیرس پیسلر کوگا ایجوکیشن، سپورٹ پروگرام Ljubljana آفس اوپن سوسائٹی انسٹی ٹیوٹ کی ڈائریکٹر ہیں۔

''ہمارے خستہ حال سکولوں کی عمارتوں کو دوبارہ تعمیر کی ہماری عرض گذاشت بہت آسانی سے نظرانداز کردی گئیں تھی۔ طالبات کی موت کا کس کو ذمہ دار ٹھہرایا جائے گا جب وہ ان کے اندر دب کر ہلاک ہوگئیں؟''

گڑھی حبیب اللہ کی لڑکیوں کے سکول کی ایک طالبہ رابعہ نے سوال کیا جہاں 200 سے زیادہ لڑکیاں زندہ دفن ہوگئیں تھیں۔ مدد پہنچنے سے قبل رابعہ خود ملبے تلے دو گھنٹے سے زیادہ دیر تک پھنسی رہی تھی۔

ڈان/ آئی پی ایس

Shahidul Alam

زلزلے کے بعد کی صورتحال کا ادراک

زلزلے کے فوراً بعد خواتین نے کیمپوں میں تشدد، جنسی زیادتی، مستقبل کے حوالے سے عدم تحفظ، روزگار کے خاتمے اور دوسرے اہم ترین مسائل کے متعلق اپنے خوف کا اظہار کیا۔ بحالی اور انسانی ہمدردی کی اتنی زیادہ کوششوں کے باوجود خواتین کے زیادہ تر مسائل پر توجہ نہ دی گئی۔ ظلم کا نشانہ بننے والی خواتین کے بیانات کو سینئر صحافیوں اور انسانی حقوق کے ماہرین نے رپورٹ کیا ہے اور زلزلہ میں بچ جانے والی خواتین کی ضروریات کا تعین، جو مظفر آباد اور مانسہرہ میں ماہرین نے کیا تھا اس پر بھی اس سیکشن میں بحث کی گئی ہے۔

APP

Internet

فوری ضروریات کا تعین

کیمپوں سے اٹھنے والی صدائیں

'زندہ بچ جانیوالی خواتین کی ضروریات کے فوری تجزیئے' نے خواتین سے متعلق مسائل کو نہ صرف واضح کیا بلکہ زلزلے کے نتیجے میں مثبت نتائج بھی پیش کیے۔

8 اکتوبر کو پاکستان کے شمالی علاقہ جات میں آنے والے زلزلے کے نتیجے میں 86 ہزار افراد ہلاک ہوئے۔ سینکڑوں لوگ زخمی ہوئے اور 35 لاکھ افراد بے گھر ہوئے۔ پاکستان میں حالیہ برسوں میں آنے والا یہ زلزلہ بدترین قدرتی آفت ہے۔ تباہی کو درست حالت میں لانے کے لیے تقریباً 10 سال لگیں گے۔

8 اکتوبر کو یہ زلزلہ پاکستان کے صوبہ سرحد اور آزاد کشمیر کے 12 اضلاع میں آیا اور اس کا اثر 30 ہزار مربع کلومیٹر تک محسوس کیا گیا۔ آزاد کشمیر کے دارالحکومت مظفر آباد اور دوسرے چھوٹے اضلاع جیسے باغ اور راولاکوٹ میں زیادہ تباہی آئی۔ صوبہ سرحد میں بالاکوٹ مکمل طور پر تباہ ہو گیا تھا۔ سرکاری ذرائع کے مطابق بہت سے دیہات صفحۂ ہستی سے مٹ گئے۔ اقوام متحدہ کے ترقیاتی پروگرام (UNDP) کے اندازے کے مطابق آزاد جموں کشمیر میں 84 فیصد اور صوبہ سرحد میں 36 فیصد گھر تباہ ہوئے۔

سردی کے موسم نے صورتحال مزید سنگین کر دی۔ یونیسیف نے اس بارے میں خبردار کیا تھا کہ ایک محتاط اندازے

کے مطابق 10 ہزار بچے بھوک اور دیگر وبائی امراض سے مر سکتے ہیں۔ جب نومبر میں موسم سرما کی پہلی برف باری ہوئی تو نمونیے کی وجہ سے اموات بھی ہوئیں۔ اس بات کا بھی خوف پیدا ہوا کہ سخت سردی اور علاج نہ ہونے کی وجہ سے زخمیوں کی اموات بھی ہونگی۔ اس لئے سب سے پہلے اس امر کی ضرورت تھی کہ زندہ بچ جانے والے لوگوں کو عارضی پناہ گاہیں مہیا کی جائیں۔

زلزلہ کا شکار ہونے والے لوگوں کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے سول سوسائٹی تنظیمیں اور شہری رقم جمع کر کے ٹرکوں میں بحالی کا سامان لے کر متاثرہ علاقوں میں پہنچ گئے۔ لوگوں کا ردِعمل قابلِ دید تھا اور یہاں تک کہ معروف صحافی احمد رشید نے لکھا کہ سول سوسائٹی کا یہ جذبہ 1965ء میں بھارت کے خلاف جنگ کے بعد سے اب تک نہیں دیکھا گیا تھا جس میں ساری قوم متحد ہوگئی تھی۔

خواتین کے حقوق کے لئے کام کرنے والی تنظیم کے طور پر شرکت گاہ نے خاص طور پر زندہ بچ جانے والی خواتین کی ضروریات کو پورا کیا۔ زلزلہ کے بعد دسمبر میں 'زندہ بچ جانے والی خواتین کی ضروریات کا فوری تجزیہ' کے عنوان سے ورکشاپ کا انعقاد کیا گیا۔ اس کا مقصد ٹیموں کو عارضی کیمپوں میں صنف کی بنیاد پر خطرات کا اندازہ لگانے کے لئے تیار کرنا تھا۔ ان ٹیموں میں مندرجہ ذیل چھ تنظیموں: شرکت گاہ، سنگی ڈویلپمنٹ فاؤنڈیشن، سنٹر فار ہیلتھ و پاپولیشن سٹڈیز، عمر اصغر خاں ڈویلپمنٹ فاؤنڈیشن، خوندوکور اور PAVHNA کے سٹاف ممبران شامل تھے۔ شرکت گاہ نے آغا خان کے ڈیپارٹمنٹ آف کیمونٹی سائنسز کے ساتھ مل کر خطرات کا اندازہ لگانے کے لئے PRA کا فوری تجزیہ کا فریم ورک تیار کیا۔

ورکشاپ کے فوراً بعد دو دو تین تین ممبران پر مشتمل ٹیمیں تشکیل دی گئیں اور ہر ٹیم نے مظفر آباد اور مانسہرہ[1] میں عارضی پناہ گاہوں میں فوری ضروریات کے بارے میں جائزہ لیا۔ ٹیموں نے 350 لوگوں کے انٹرویو کئے۔ جن میں سے 90 فیصد خواتین تھیں اور 64 فیصد لوگوں[2] کے تفصیلی انٹرویوز کئے۔

ٹیموں نے خواتین کو درپیش درج ذیل مسائل کی نشاندہی کی:

- **پہلے سے موجود رکاوٹیں مزید بڑھ گئیں:** نقل مکانی، جسمانی زخم اور معذوریوں کی وجہ سے خواتین کا مردوں پر انحصار بڑھ گیا۔ کیمپوں میں خواتین کی نقل و حرکت محدود ہونے کی وجہ سے بھی ان کا انحصار مردوں پر بڑھ گیا۔ اس کمی کی وجہ سے خواتین کی بحالی اور امداد تک رسائی بھی محدود رہی۔ کیونکہ بحالی کی اشیاء کے حصول کیلئے خواتین لڑتے ہوئے مردوں کی قطار میں کھڑی نہیں ہوسکتی تھیں۔

1- علاقوں کی فہرست: ایبٹ آباد: بندہ صاحب خان، چانگلی والا، مظفر آباد: دیوان کیمپ، تھوڑی پارک، مانسہرہ: کشمیر کالونی 1 اور 2، بھمپورہ، منہاج ویلفیئر کیمپ اور ٹینٹ ہسپتال۔

2- جواب دینے والوں کی معلومات: جواب دینے والوں کی کل تعداد: 350؛ FGDs کی کل تعداد: 27 (4 سے 12 شرکاء) تفصیلی انٹرویو: 64 (کم از کم ہر کیمپ کے 1 انتظام کار سے)؛ سوشل میپ: 4؛ نیٹ ورک ڈائیگرام: 1؛ وجہ اور اندر کا ڈائیگرام: 1

- **عدم تحفظ میں اضافہ:** ایک عورت جو زخمی ہوئی تھی اور معذور بھی، اس نے اس خدشہ کا اظہار کیا کہ اس کے خاوند نے اسے چھوڑ دیا ہے اور وہ واپس نہیں آئے گا۔ تمام خواتین کو اپنی بیٹیوں کی شادی، بچوں کی تعلیم اور ذریعہ معاش ختم ہونے کی فکر لاحق تھی۔ انجانی صورتحال میں زندگی بسر کرنے کا خوف شدید تھا۔ اس وجہ سے کئی ایک خواتین نے اپنی جوان بیٹیوں کے ہمراہ کیمپوں میں رہنے سے انکار کر دیا۔ کیمپوں کے اندر اپنے رشتہ دار مردوں کے ہاتھوں تشدد کی وجہ سے خوف کی فضا تھی۔ انٹرویو کے دوران مردوں نے اس بات کی تصدیق کی کہ وہ ہر وقت یہ سوچتے رہتے ہیں کہ اپنی عورتوں کی حفاظت کس طرح کریں۔ میاں بیوی، والدین اور بچوں کے تعلقات میں جذباتی عدم تحفظ کی وجہ سے کشیدگی پائی گئی۔ اور اس میں ایک وجہ نجی خلوت کا نہ ہونا بھی تھا۔

- **تولیدی صحت کی نہ پوری ہونے والی ضروریات:** جو مائیں حاملہ تھیں انکی صحت پر غذائی ضروریات پوری نہ ہونے کی وجہ سے برا اثر پڑا۔ انہوں نے اپنی تولیدی صحت کی ضروریات کے پورا نہ ہونے کی شکایت کی۔ دائیوں کی اموات اور بچے والے دائیوں کی صحت کی وجہ سے مسائل مزید بگڑ گئے۔ عارضی پناہ گاہوں میں رہنے والی خواتین نے اپنی ماہواری کی پیچیدگیوں کی بھی شکایت کی۔ مانع حمل ادویات کی عدم دستیابی بھی ایک مسئلہ تھی۔

- **بیت الخلاء کی ناکافی سہولتیں:** بیت الخلاء کا استعمال روزانہ کا مسئلہ اور تکلیف تھی۔ عام طور پر کیمپ کے ایک کونے میں ہونے کی وجہ سے بیت الخلاء کی تعداد ناکافی تھی۔ پورے کیمپ سے گزر کر جانے کی وجہ سے خواتین اکثر اوقات شرمندگی محسوس کرتی تھیں اور وہ بیت الخلاء اس وقت تک نہیں جا سکتی تھیں جب تک کوئی ان کے ساتھ نہیں جاتا تھا۔ بعض صورتحال میں خواتین کے لیے بیت الخلاء مردوں کے بیت الخلاء سے آگے بنائے گئے تھے اور خواتین کو مردوں میں سے گذر کر جانا پڑتا تھا۔ اس وجہ سے خواتین بڑی شرمندگی محسوس کرتی تھیں۔ ہراساں کرنے کی شکایات بھی عام تھیں۔

- **صحت و صفائی کی ضروریات:** کسی بھی کیمپ میں خواتین کے لئے نہانے کا انتظام نہ تھا۔ خواتین کی ذاتی ضروریات جیسے سینیٹری نیپکنز اور کپڑے میسر نہ تھے یا ان کی سپلائی کم تھی یا وہ غیر مناسب طریقے سے تقسیم کئے جاتے تھے۔ بال صفا کریم تقسیم کرنے کا خیال کسی کو نہ آیا۔ خواتین کے مطابق صفائی کیلئے بال صفا کریم نہایت ضروری تھی۔ کیمپوں میں مرد سپر وائزر تعینات ہونے کی وجہ سے بھی بعض مسائل تھے۔ کیونکہ وہ خواتین کی ضروریات کے بارے میں بالکل آگاہ نہ تھے۔

- **ہرجانہ:** شناختی کارڈ گم ہو جانے اور دوسرے علاقوں میں جہاں مرد حضرات رجسٹرڈ ہو گئے تھے وہاں ہرجانے کے حصول میں خواتین کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔

حالات سے نبٹنے کا طریقۂ کار

کیمپوں میں رہنے والی خواتین کے مسائل کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد فوری ضروریات کا جائزہ، ٹیموں نے زندہ بچ جانے والوں کے لئے کچھ تجاویز مرتب کیں۔ مثال کے طور پر جسمانی اور زبانی ڈر اور خوف سے بچنے کے لئے خواتین کے لئے تجویز کیا گیا کہ وہ اپنے خاندان کے مردوں یا بزرگ خواتین کے ساتھ باہر نکلیں یا وہ گروپ کی شکل میں نکلیں۔ خواتین کو کہا گیا کہ صحت کی کسی بھی ایمرجنسی صورتحال میں کیمپ انتظامیہ سے رابطہ کریں۔ دراصل سوشل نیٹ ورک پر انحصار کرنے پر زور دیا گیا۔

خواتین دوست جگہیں

غم والم کے عالم میں بعض بحالی کے لیے کام کرنے والے کارکن کیمپوں سے کامیابی کی مثبت مگر انتہائی کم کہانیاں بھی لائے۔ یہ خاص طور پر خواتین کے دوست مقامات کی جھلکیاں تھیں جہاں خواتین کو برتن دھوتے، پانی بھرتے، سر دھوتے، بچوں کو کھلی جگہوں پر کھیلتے اور کچھ مردوں کو آتے جاتے دیکھا گیا تھا[3]۔

عارضی پناہ گاہیں جوان کے گاؤں کے ماڈل پر بنائی گئی تھیں (خیموں میں ایک دوسرے کو جاننے والے آباد تھے) اور وہ اس وجہ سے کامیاب تھیں کیونکہ ان کے اندر رہنے والے کسی حد تک آرام محسوس کر رہے تھے۔ خواتین اپنا کھانا پکاتی تھیں۔ اپنے بچوں کو سکول بھیجتی تھیں اور کرافٹ سازی کا ہنر بھی سیکھ رہی تھیں۔ طبی سہولتیں آسانی سے میسر تھیں۔ بجلی کی سپلائی مسلسل تھی۔ اور بیت الخلاء کو بھی صاف رکھا جاتا تھا۔

ایسا زیادہ تر ان جگہوں پر تھا جہاں سیکورٹی کا اتنا بڑا مسئلہ نہ تھا (ایک دوسرے کو جاننے والوں کی زیادہ تعداد موجود تھی) اس وجہ سے کہ انتظامیہ خواتین کی ضروریات پوری کر رہی تھی۔ ایسی ہی ایک آبادی میں انتظامیہ نے ایک مرد کو ملازمت سے اس لئے برخواست کر دیا تھا کیونکہ اس نے ایک نوجوان خاتون کے ساتھ بدتمیزی کی تھی۔

مثبت نتائج

آزاد کشمیر میں پنج گراں کے دورے کے موقع پر ٹیم کو بتایا گیا کہ زلزلہ کے صدمے کی وجہ سے مردوں کو عورتوں کی ضروریات کا زیادہ احساس ہونا شروع ہو گیا ہے۔ خواتین کے ساتھ تبادلہ خیال کرنے سے پتہ چلا کہ اب مرد حضرات بچوں کی پہلے سے زیادہ فکر کرنے لگے تھے۔ ایک خاتون نے بتایا کہ زلزلے کی وجہ سے اس کا خاوند رحمدل ہو گیا ہے۔

3- یہ مشاہدات ایبٹ آباد میں بندہ صاحب کیمپ کے دورے کے دوران کیے گئے۔

محفوظ جگہیں

کرن بھاٹیہ کے سونامی کے بعد کے تجربات اور فوری ضروریات کی رپورٹ کے مطالعہ کے بعد شرکت گاہ نے خواتین کے لئے 'محفوظ جگہیں' بنانے کے لئے ایک تجویز دی۔ اس تجویز کا مقصد خواتین کو ایسی جگہ فراہم کرنی تھی جہاں انھیں نہ صرف ضروریات زندگی میسر ہو بلکہ وہ ایسی جگہ ہو جہاں وہ ایسے کام کرسکیں جسکی ان کے خیال میں اہمیت ہو۔ UNFPA کے فنڈ کی بدولت شرکت گاہ، سنگی اور عمر اصغر خاں ڈویلپمنٹ فاؤنڈیشن کے ساتھ ملکر مانسہرہ اور مظفر آباد میں خواتین کے لئے 'محفوظ جگہیں' کا پائلٹ پراجیکٹ شروع کررہی ہے۔

(شرکت گاہ کی رپورٹ)

Shirkat Gah

Internet

خواتین کے خلاف تشدد

دبے ہوئے حقائق

کاملہ حیات کے مطابق: اگرچہ پاکستان کے زلزلہ سے متاثرہ علاقوں میں کام کرنے والی خواتین نے تشدد کے واقعات کی بہت زیادہ شکایات کی تھیں تاہم اس سلسلہ میں سرکاری سطح پر اور ذرائع ابلاغ میں یہ مسئلہ اتنی زیادہ اہمیت حاصل نہیں کر سکا ہے۔

بہت سے رضا کار اور این جی اوز کے کارکن، طبی ماہرین اور دیگر جنہوں نے مانسہرہ، بٹگرام اور آزاد کشمیر کے زلزلہ سے متاثرہ علاقوں میں وقت گزارا، انہیں خواتین کی طرف سے گھریلو تشدد کی شکایات موصول ہوئیں تاہم اس سلسلہ میں سرکاری سطح پر اور ذرائع ابلاغ میں بہت معمولی توجہ دی گئی۔

حقیقت میں این جی اوز اور بین الاقوامی ادارے جو کہ بحالی اور آبادکاری کے بہت بڑے کام میں حصّہ لے رہے تھے انکی کئی ایک میٹنگز میں اس قسم کا رجحان پایا گیا کہ مشکل پیدا کرنے والے مسائل جیسے آبروریزی، اغواء، خواتین کی تجارت اور گھریلو تشدد جس کی کیمپوں میں محصور زلزلہ سے متاثرہ خواتین شکار تھیں، ان کو جان بوجھ کر نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ یہ بھی واضح تھا کہ ایسی خواتین ہی ان مسائل کا زیادہ شکار تھیں جن کے خاوند یا خاندان کے مرد سربراہ زلزلہ میں ہلاک ہو گئے تھے۔ ان کا انحصار مرد رشتہ داروں پر تھا۔ جس سے یہ خطرہ بڑھ گیا تھا کہ ان کا اور ان کے بچوں کا مختلف طریقوں سے استحصال ہو گا۔ بعض

رپورٹوں میں خواتین کی جائیداد کے نقصان کا ذکر کیا گیا جسے گاؤں کے دیگر لوگوں اور رشتہ داروں نے ہتھیا لیا تھا۔ دوسری صورتوں میں خواتین کے باپ دادا کی جائیداد سے حصّہ اور تباہ ہونے والے گھروں کے معاوضے کے دعوے کے بارے میں سوال کیے گئے۔ یہ حقیقت ہے کہ اگر زمین کی ملکیت کا دستاویزی ثبوت نہ ہو تو یہ چیز خواتین کے لئے مشکلات پیدا کرتی ہے اور خاص طور پر ان کی ایسی

مشکلات میں اس وقت اضافہ ہوا جب انہیں موسمی صورتحال یا حفاظتی انتظامات نہ ہونے کی وجہ سے اپنی جائیداد کو چھوڑ کر کیمپوں میں آنا پڑا۔

جو کارکن اس صورتحال کو جانتے تھے انہوں نے اس خدشے کا اظہار کیا کہ ایسی خواتین اور انکے بچوں کو جنسی تشدد، زبردستی کی مزدوری اور بنیادی انسانی حقوق کی دیگر خلاف ورزیوں کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔

وہ مسائل جن کا بین الاقوامی ایجنسیوں کے چارٹر میں باقاعدہ ذکر کیا گیا ہے انہیں اتنی بے قاعدگیوں سے کیوں پیش کیا گیا۔ یہ چیز سمجھ سے بالاتر ہے۔ سب سے پہلے تو وہ یہ نہیں کرنا چاہتے تھے کہ ان کے تعلقات زلزلہ سے متاثرہ علاقوں میں حکومت اور فوج کے ساتھ خراب ہوں۔ انہوں نے اس خدشہ کا اظہار کیا کہ ایسے معاملات جیسے خواتین پر تشدد کو سامنے لانے سے بحالی کی کوششوں میں مشکل پیدا کر سکتے تھے اور ان کے بہت بڑے کام کو وہ زیادہ پیچیدہ بنا سکتے تھے۔ دوسروں کا خیال تھا کہ بہت زیادہ تکالیف زندہ بچ جانے والے لوگوں کے لئے گھروں کی تعمیر اور ان کی آبادکاری کے سلسلہ میں درپیش تھیں۔ اس لئے انہوں نے یہ بہتر سمجھا کہ اختلافی مسائل کو نہ چھیڑا جائے۔

اس کے بدلے میں افواج پاکستان اور حکومت کے کاموں میں شامل دیگر ایجنسیاں تشدد کے واقعات کو چھپاتی رہیں اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جن تنظیموں نے آبروریزی اور خواتین کو ڈرانے دھمکانے کے واقعات کو حکومت کے نوٹس میں لانے کی جرأت کی تو انہیں پیار محبت سے یا زبردستی خاموش کروا دیا گیا اور جب انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کیا تو انہیں کیمپوں میں داخل نہ ہونے دیا گیا یا انہیں کام کرنے والے علاقوں سے نکال دیا گیا۔

زلزلہ سے متاثرہ علاقوں میں جن این جی اوز اور بین الاقوامی اداروں نے آبروریزی کے کئی واقعات رپورٹ کیے، انہیں بعد میں رپورٹیں دینے سے روک دیا گیا۔ بعض صورتوں میں جن خواتین نے شکایت کی تھی انہیں بھی بات کرنے سے منع

کر دیا گیا۔ یہ خدشہ ظاہر کیا جا رہا ہے کہ جنسی تشدد کے ایسے بے شمار واقعات ہو سکتے ہیں، جن کے بارے میں یا تو رپورٹ نہیں کی گئی یا کیمپ انتظامیہ، فوج یا پولیس نے ان واقعات کو دبا دیا۔

یہ بھی سچ ہے کہ خواتین رضا کار اور کارکنوں کی نسبتاً چھوٹی تعداد زلزلہ سے متاثرہ علاقوں کی خواتین کی آواز اور خدشات کو نہیں پہنچا سکتی تھیں۔ زیادتی کا شکار ہونے والی خواتین کی زیادہ تعداد کو یہ بھی پتہ نہیں تھا کہ شکایت کس کے پاس کرنی ہے کیونکہ چند ایک شکایت مرکز جو بنائے گئے تھے وہ فوج کے زیر انتظام تھے۔

یقیناً مردوں کی ٹیموں نے جو سروے کئے ان کے نتائج خواتین ٹیموں کے کئے گئے سروے نتائج سے بہت زیادہ مختلف تھے۔ خواتین کی رسائی ایسی صورتحال میں زیادہ ہوتی ہے اور ظلم و زیادتی کا شکار ہونے والی خواتین تشدد کے واقعات کو خواتین کارکنوں کو آسانی سے بتا دیتی ہیں۔

تاہم یہ بات واضح ہے کہ ایسے تکلیف دہ واقعات رونما ہوئے۔ ایک ایسا ہی واقعہ جو لاہور میں رونما ہوا اور پریس میں بھی رپورٹ ہوا۔ یہ واقعہ 18 سالہ عجیبہ جبیں کے متعلق ہے جو میو ہسپتال میں زیر علاج تھی۔ عجیبہ نے تحریری بیان میں الزام لگایا کہ دسمبر 2005ء کو سرجن ڈاکٹر مسعود حسین نے اس کو علاج کے دوران زیادتی کا نشانہ بنایا تھا۔ ڈاکٹر کو گرفتار کیا گیا اور عدالت میں پیش کیا گیا۔ کیس کی سماعت کے دوران عجیبہ نے پر اسرار طریقے سے الزامات واپس لے لیے۔ اس نے بتایا کہ ایک اخبار کے رپورٹر کے کہنے پر اس نے ایسا کیا تھا۔ عجیبہ کو ایک مولوی ہسپتال وارڈ سے نکال کر اپنے گھر لے گیا جس نے دعوٰی کیا کہ وہ اس کا قریبی عزیز ہے۔ کئی دنوں کی تاخیر کے بعد عجیبہ کو عدالت میں پیش کیا گیا۔

یہ بات بھی عام ہوئی تھی کہ ڈاکٹر مسعود حسین کے ساتھی ڈاکٹروں نے ڈرامہ رچایا تھا اور ہسپتال کی سیاست میں عجیبہ کو استعمال کیا گیا۔ تاہم حقیقت جو کچھ بھی ہو یہ بات واضح ہے کہ متعلقہ ڈاکٹر نے اخلاقیات اور ڈاکٹر اور مریض کے تعلقات کی تمام حدود پار کر دی تھیں۔ ڈاکٹر نے عدالت میں اعتراف کیا تھا کہ وہ عجیبہ کو لے کر لمبی ڈرائیو پر گیا تھا۔ کمرے میں اس سے اکیلے میں ملاقات کی۔ اس کو کھانا کھلایا۔ اس سب کچھ سے پتہ چلتا ہے کہ ڈاکٹر کا رویہّ انتہائی غیر مناسب تھا۔ ڈاکٹر نے لڑکی کے جذبات کے ساتھ اس وقت کھیل کھیلا جب وہ اپنی سہیلیوں اور اپنے اہل خانہ سے دور تھی۔

Internet

اس وقت سے لیکر اب تک عجیہ جبیں کے بارے میں کچھ معلوم نہیں اور اس واقعہ کے بارے میں

ابھی تک شکوک وشبہات پائے جاتے ہیں۔ زلزلہ کے بعد شروع کے دنوں میں ہسپتالوں اور کیمپوں میں سے لڑکیوں، بچوں اور شیر خوار بچوں کے اغواء کی رپورٹیں درج کی گئی تھیں۔ اسلام آباد میں پاکستان انسٹیٹیوٹ آف میڈیکل سائنسز (PIMS) میں سٹاف اور رضا کاروں نے وارڈوں میں مشکوک افراد کی موجودگی کے بارے میں بتایا تھا۔ یہ رپورٹیں بھی تھیں کہ اغواء کاروں نے بچوں کو فروخت کیا ہے یا حکومت کی پابندی کے باوجود ''گود'' لیا ہے۔ ایسی رپورٹیں بھی آئی تھیں کہ انسانی سمگلر مظفر آباد کیمپ سے لڑکیوں کو اٹھا کر لے گئے۔ ایسی رپورٹوں کے بعد ہسپتالوں میں حفاظتی انتظامات انتہائی سخت کر دیئے گئے اور ایسے واقعات میں کمی آ گئی۔

انسانی سمگلنگ اور اغواء کی کہانیوں کی بعد کی رپورٹیں مشکل تھیں اور حقائق، زلزلہ سے متاثرہ علاقوں میں بدامنی اور آہ و بکا میں دب گئے۔ این جی اوز کے کارکنوں کو کہا گیا کہ اگر چہ اغواء کے کچھ واقعات پیش آئے تھے لیکن یہ نہ ہونے کے برابر تھے۔ تاہم کیمپوں میں کئی ہفتے گزرنے کے باوجود ظلم کا نشانہ بننے والوں کو رجسٹر نہ کیا گیا اور اس سلسلہ میں مشکلات سے پتہ چلا کہ خواتین اور بچے ظلم کا زیادہ شکار تھے۔

جسمانی اور جنسی بدسلوکی ایک بہت بڑا خطرہ ہے۔ خاص طور پر خواتین کی تحفظ کی ضروریات کے بارے میں کیمپ انتظامیہ کی لاعلمی اور دیگر اقدامات کہ کس طرح ان کی عزت اور خلوت کو تحفظ دیا جائے۔ اس صورتحال کو گھمبیر بنا کر رکھ دیتی ہے۔ گھریلو تشدد سب سے بڑا خطرہ ہے۔ جس کا خواتین کو سامنا ہے۔ بین الاقوامی مانیٹرنگ تنظیمیں جن میں نیویارک کی ہیومن رائٹس واچ کی رپورٹ کے مطابق عام طور پر 80 فیصد پاکستانی خواتین جسمانی، جنسی، جذباتی اور زبانی بدسلوکی/تشدد کا شکار ہوتی ہیں۔

زلزلہ کے بعد زندہ رہنے کی مشکل صورتحال سے دوچار بہت سی خواتین مایوسی اور ناامیدی کا شکار تھیں اور کیمپوں میں موجود مردوں کے پاس کوئی ایسی سرگرمی نہ تھی اس وجہ سے معاملات بد سے بدتر ہو گئے۔

اگر چہ صورتحال کا تفصیلی جائزہ نہ لیا گیا تھا مگر زلزلے سے متاثرہ خواتین نے کافی حد تک گھریلو تشدد کے بارے میں بتایا جس سے پتہ چلتا ہے کہ اعداد وشمار کہیں زیادہ ہیں۔ خواتین کارکنوں کے ساتھ انٹرویو کے دوران انہوں نے اپنے خاوندوں کے رویوں کے بارے میں شکایت کی۔ کم از کم ایک واقعہ میں اسلام آباد کیمپ میں موجود ایک عورت نے نوجوان رضا کار وکیل سے التجا کی کہ وہ اس کو اس کے خاوند سے طلاق دلانے میں مدد کرے اور اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ گاؤں کے دیگر لوگوں کے برعکس وہ کیوں زندہ بچ گیا تھا۔

نزدیکی رشتہ داروں کی طرف سے کئے جانے والے جسمانی تشدد کے علاوہ بھی خواتین نے کیمپوں میں نزدیکی جگہ پر رہنے والے مردوں کی طرف سے ڈرائے جانے اور دھمکائے جانے کی بھی شکایت کی۔ کیمپوں میں پرائیویٹ بیت الخلاء اور

غسل کرنے کی سہولتیں نہ ہونے کی وجہ سے صورتحال نے مسائل میں اضافہ کیا۔ مانسہرہ اور بٹ گرام اضلاع کے بعض علاقوں میں خاندانوں یا قبیلوں نے علیحدہ کیمپ لگا لیئے تھے تا کہ خواتین کو خلوت اور تحفظ میسر ہو سکے۔ بعض خاندان جنھوں نے آلائی، وادی کاغان اور وادی نیلم میں اپنے گھر چھوڑنے سے انکار کر دیا تھا انہوں نے بتایا کہ خواتین کیلئے عدم تحفظ ان کے فیصلے کے پیچھے واحد وجہ تھی۔ خاندان کے مرد کے ہمراہ بچ جانے والے بچوں اور خواتین کے مسائل پیچیدہ تھے۔ ان کو تحفظ فراہم کرنے والی سرکاری کوششیں محدود تھیں۔ ضلع اٹک میں بیٹیاں کے چھوٹے سے قصبے میں آشیانہ پناہ گاہ جسے ایک مقامی مذہبی تنظیم جس کو سوشل ویلفیئر کی وزارت نے ملکر بنایا تھا اس میں 300 خواتین اور بچے تھے۔

سرکاری سطح پر ان کے تحفظ اور آبادکاری کے متعلق ہدایات جاری نہیں کی گئی تھی۔ بعض رپورٹوں میں تجویز کیا گیا کہ حکومت کی بتدریج کم ہوتی ہوئی دلچسپی کی وجہ سے عارضی پناہ گاہوں میں صورتحال بد سے بدتر ہوتی جا رہی تھی۔ بزرگ خواتین سمیت بچوں کا مستقبل غیر یقینی تھا۔

بحران اور ذہنی دباؤ کے وقت تشدد اور بھی بڑھ جاتا ہے اور اس سے خواتین ہی زیادہ تر متاثر ہوتی ہیں۔ زلزلہ کے شروع کے دنوں سے لیکر جب بحالی کی اشیاء ٹرکوں سے پھینکی جا رہی تھیں اس وقت خواتین اس صورتحال سے بری طرح متاثر ہوئی تھیں۔ گروہوں کی لوٹ مار، افراتفری اور امداد حاصل کرنے کے سلسلہ میں ناتجربہ کار ہونے کی وجہ سے خواتین کو کئی ہفتوں تک خوراک نہ مل سکی تھی۔ بعض خواتین نے بتایا کہ انہوں نے جو بھی بحالی کی اشیاء حاصل کی تھیں وہ ان سے چھین لی گئی تھیں۔

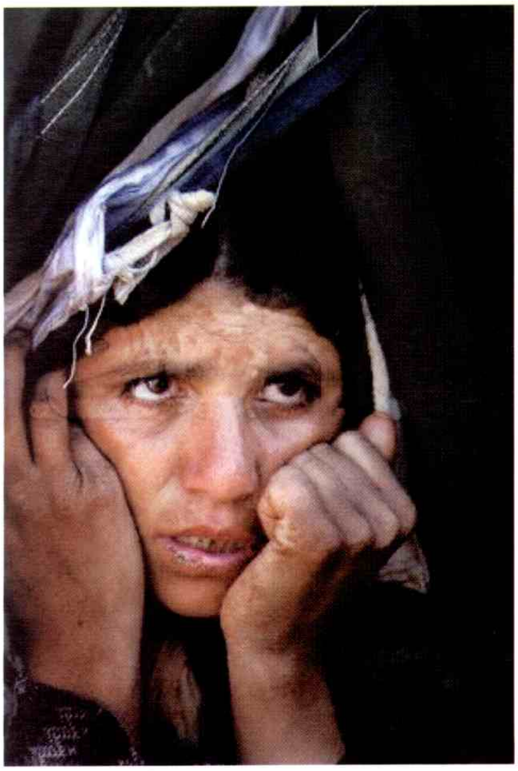
Times

چند ماہ گزرنے کے بعد صورتحال میں بہتری پیدا ہوئی۔ بہت ساری بین الاقوامی تنظیموں، این جی اوز اور بحالی کے لیے کام کرنے والی ٹیموں نے جو آفت کی صورت میں خواتین کے مسائل سے آگاہی رکھتی تھیں انہوں نے ان (خواتین) کیلئے تحفظ اور امداد کا لائحہ عمل تیار کرنا شروع کر دیا۔ کتابچے اور پوسٹر جن میں ظلم کا شکار ہونے والوں کے تحفظ کیلئے ہدایات تھیں، تقسیم کئے گئے۔ تاہم ایسی کوششوں کے باوجود خواتین کو شدید مشکلات کا سامنا رہا۔ بہت سی خواتین کے مطابق تحفظ سب سے اہم مسئلہ تھا۔ تشدد کا خطرہ ہمیشہ موجود ہوتا ہے اور برف باری اور بارش کی وجہ سے زلزلہ کے بعد بچ جانے والوں کے مسائل میں اضافہ ہو رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ ان میں سے زیادہ تر کی تکالیف میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی تھی۔

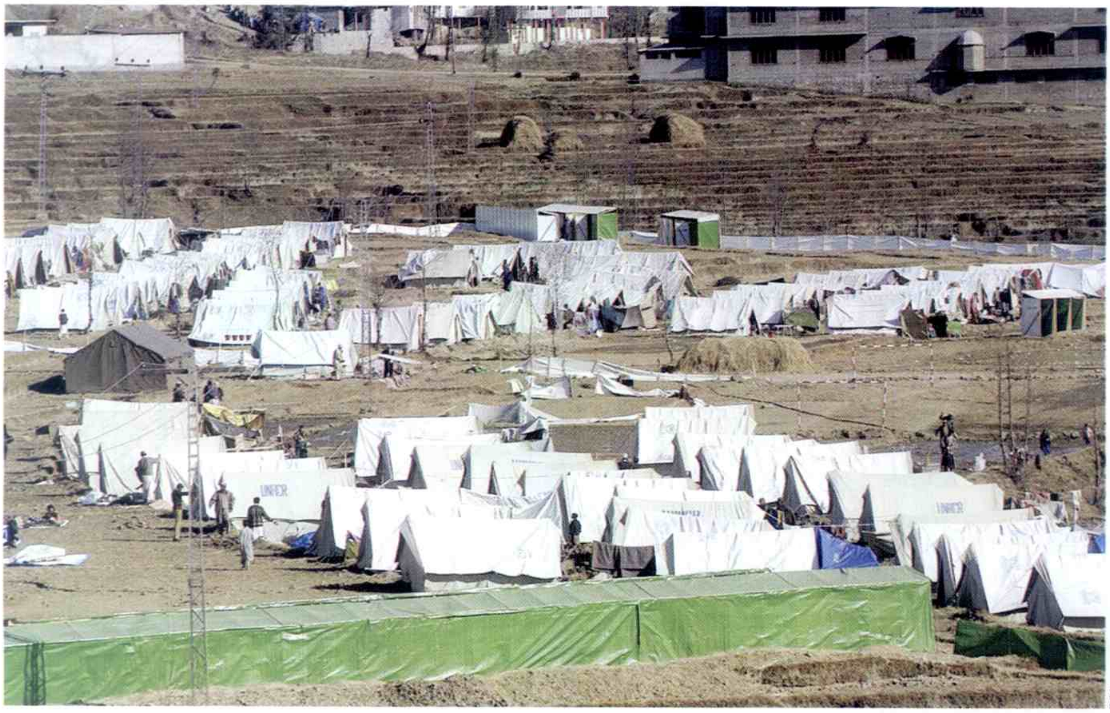
PPI

بے دخلی

غیر محفوظ پناہ گاہیں

عدنان عادل کی رپورٹ: عارضی کیمپوں میں رہنے والی زیادہ تر خواتین کی زندگیاں جمود کا شکار ہو چکی ہیں۔

ایبٹ آباد کے نزدیک شہاب دادن گاؤں کی 900 خیموں پر پھیلی ہوئی بستی میں زخمی ریحانہ بھی تھی۔ جس نے بتایا کہ اس کا بھائی اس کے علاج کیلئے اسے لاہور لے کر گیا تھا لیکن کچھ عرصہ بعد وہ اسے دوبارہ کیمپ میں چھوڑ کر چلا گیا۔

ریحانہ کا 4 ماہ کا بچہ 8 اکتوبر کے زلزلہ میں ضلع مانسہرہ کے گاؤں میں ملبے تلے دب کر ہلاک ہو گیا تھا۔ اس کے بعد اسکا شوہر اسے اور اس کی دونوں بیٹیوں 7 سالہ نائلہ اور 3 سالہ شمائلہ کو چھوڑ کر چلا گیا۔

8 اکتوبر کے زلزلہ کے بعد ریحانہ کی طرح زیادہ تر خواتین کو مشکل حالات کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ مثال کے طور پر ہزارہ اور کشمیر کے علاقوں میں خیموں میں رہنے والی خواتین کو ناکافی سہولیات اور خلوت نہ ہونے کی وجہ سے بے حد مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ مظفر آباد کے تقریباً 60 فیصد کیمپوں میں سے محض چند ایک کیمپ ایسے تھے جہاں چوکیدار گیٹ پر موجود تھے۔ جناح ڈینٹل کیمپ میں خواتین نے بتایا کہ خیمہ میں جب مرد گھومتے تو یہ کسی مصروف گلی کا نقشہ پیش کرتا تھا۔ خواتین نے شکایت کی کہ

مردان کے خیموں میں غیرضروری طور پر جھانکتے تھے۔

مختار جاوید 'سنگی' کے کوآرڈینیٹر ہیں نے بتایا کہ ڈیوٹی پر موجود اہلکار سرچ لائٹوں کی مدد سے خیموں کی رات کو تلاشی لیتے تھے۔جس وجہ سے ان میں رہنے والوں کو دقت ہوتی تھی۔سنگی تنظیم ہزارہ کے علاقے میں 20 ہزار خاندانوں کی آبادکاری کیلئے کام کررہی ہے۔مختار جاوید نے بتایا کہ اگرچہ اہلکار یہ سب کچھ سیکورٹی کے نکتۂ نظر سے کرتے تھے لیکن وہ اسطرح غیر دانستہ طور پر پردہ کرنے والی خواتین کو ہراساں کرتے تھے۔

خیموں میں رہنے والی خواتین رات کو طہارت کیلئے جانے سے خوفزدہ تھیں کیونکہ طہارت خانہ کا نہ تو دروازہ تھا اور نہ ہی روشنی کا انتظام۔بعض کیمپوں میں مرد اور خواتین ایک ہی طہارت خانہ استعمال کرتے تھے۔خواتین کی مخصوص نجی ضرورتوں کی وجہ سے مسئلہ خاص گھمبیر ہوگیا تھا کیونکہ دروازے پر مسلسل دستک کی وجہ سے خواتین کی صفائی اور دوسری نجی ضروریات پوری نہ ہوسکتی تھیں۔کیمپوں میں رہنے والے صفائی کے انتظام نہ ہونے کی وجہ سے مختلف انفیکشن کا شکار ہوگئے۔کیمپوں میں خواتین اور بچوں کو خارش کا مسئلہ (سکیبیز) شروع ہوگیا کیونکہ انہوں نے پانی کی عدم دستیابی کی وجہ سے کئی دنوں سے غسل نہیں کیا تھا۔مانسہرہ میں ایک غیرسرکاری تنظیم کے ہسپتال KBDO کے منتظم مشتاق احمد نے بتایا کہ انہوں نے جلدی بیماریوں سے بچاؤ کیلئے لوشن کی سینکڑوں بوتلیں تقسیم کی ہیں۔

ضلع مانسہرہ میں بٹال کے نزدیک چنارکوٹ وادی کے 18 گاؤں میں کام کرنے والی رضا کار بشریٰ جعفر نے کہا کہ مقامی روایات کے مطابق ان مسائل پہ کھلے عام بات کرنے کی اجازت نہیں ہے۔KBDO میں کام کرنے والی نرس فرانس والٹن جن کا تعلق ملبورن سے تھا انہوں نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ خواتین انتہائی شرمیلی تھیں اور براہ راست ان سے رابطہ نہ کرتی تھیں۔ہسپتال میں رضا کارانہ کام کرنے والی ڈاکٹر شاہین جن کا تعلق کراچی سے تھا انہوں نے کہا کہ وہ خود کیمپوں میں دورہ کرتی تھیں تاکہ وہ خواتین اور بالخصوص حاملہ خواتین کو ہسپتال میں چیک اپ اور علاج معالجہ کیلئے راضی کرسکیں۔کیمپوں میں کھانا عموماً کچن سے ہی تقسیم کیا جاتا تھا۔پنڈ شہاب دادن سے تعلق رکھنے والی رخسانہ نے کہا کہ مرد عام طور پر ایسے مواقعے پر غیرضروری فوائد حاصل کرلیتے تھے۔اس نے بتایا کہ جو مرد اور لڑکے خواتین کو کھانا حاصل کرنے میں مدد فراہم کرتے تھے وہ اس کے بدلے میں خواتین کو اپنے ساتھ ہم بستری کیلئے کہتے تھے۔

Shirkat Gah

مانسہرہ اور ایبٹ آباد میں سماجی سوشل کارکنوں نے بتایا کہ خیموں میں رہنے والی خواتین کے ساتھ دست درازی اور جنسی طور پر حراساں کرنے کے واقعات کو دبا دیا گیا تاکہ خاندان کی عزت

محفوظ رہے۔ زلزلہ سے متاثرہ علاقہ میں قبائلی نظام میں خلوت اور پردے پر کوئی رعایت نہیں برتی جاسکتی تھی جس وجہ سے بلندی پر رہنے والے لوگ ٹینٹ ویلیج جس کا انتظام فوج اور این جی اوز نے کیا تھا ان میں رہنے والے لوگوں کے پاس نہیں آتے تھے۔ ضلع مانسہرہ میں بٹال کے نزدیک نوگرام گاؤں کے ایک رہائشی ظفر اقبال نے کہا کہ وہ دو وجوہات کی بناء پر اپنا گاؤں نہیں چھوڑ سکے۔ ایک تو یہ کہ ہم اپنے جانوروں کو اکیلا نہیں چھوڑ سکتے تھے کیونکہ یہ ہماری اہم جائیداد ہیں۔ اور دوسرا کہ وہ اپنی خواتین کو خیموں میں نہیں لے جاسکتے تھے کیونکہ نامانوس لوگوں کے ساتھ وہ نہیں رہنا چاہتے تھے۔ متاثرہ خاندانوں کی خواتین جو نیچے نہ آتی تھیں انہیں شدید مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔ ان کیلئے خلوت کی عدم دستیابی سے زیادہ ناکافی سہولیات کی پریشانی تھی۔ سماجی کارکن شہلا ستار نے بتایا کہ اس نے بالاکوٹ کے نزدیک یونین کونسل گھالور کے ایک گاؤں کا دورہ کیا، جہاں 127 گھرانوں کیلئے ایک بھی غسل خانہ نہ تھا اور پانی کی سپلائی کا نظام جو پائپ کے ذریعے قدرتی نالوں سے لایا جاتا تھا وہ بھی خراب ہوگیا تھا۔

ضلع ایبٹ آباد میں زلزلہ سے بچ جانے والے لوگوں کیلئے کام کرنے والی خاتون صائمہ علوی نے بتایا کہ بہت سارے متاثرہ علاقوں میں پانی کے نالے جو کہ صاف پانی کا ذریعہ تھے وہ یا تو خشک ہوچکے تھے یا انہوں نے اپنا راستہ تبدیل کرلیا تھا۔ اس وجہ سے ان خواتین کی زندگی مزید مشکل ہوگئی، جنہیں نہ صرف اپنے لئے بلکہ کھانا پکانے کیلئے پانی کی ضرورت تھی۔

نوجوان لڑکیوں اور خواتین نے انکشاف کیا کہ زلزلہ کے بعد انہیں نفسیاتی صدمہ پہنچا۔ لڑکیاں اپنی سہیلیوں کو یاد کر رہی تھیں جن کے ساتھ مل کر وہ صحن میں کھیلا کرتی تھیں۔ والدین اپنے بچوں کو کھانا لینے کیلئے قطار میں کھڑا دیکھ کر پریشان تھے۔ کام اور جائیداد کے نقصان کی وجہ سے مشاہدہ میں آیا کہ میاں بیوی کے تعلقات کشیدہ ہوگئے تھے۔

بالاکوٹ میں 500 گھروں کی بحالی اور آبادکاری کیلئے کام کرنے والی کارکن شہلا ستار نے کہا کہ اس عدم تحفظ اور غم کی وجہ سے والدین نے جلدی جلدی اپنی بیٹیوں کی شادیاں کردیں۔ زلزلہ کی وجہ سے بہت بڑے انسانی نقصان اور تباہی خواتین کے مسائل پر ہوسکتا ہے غالب آگئی ہو لیکن کئی خواتین سماجی کارکنوں کا یقین ہے کہ اس امر نے ان کی نفسیات، شخصیت پر بُرے اثرات مرتب کئے ہیں۔

Shahidul Alam

ایک نوجوان خاتون ارم مظفر آباد بنک کے ریٹائرڈ ملازم کی بیٹی ہیں، انہوں نے محسوس کیا کہ زندگی بالکل محدود ہو چکی تھی۔ اس کے احساسات ہی زلزلہ سے متاثرہ علاقوں میں خواتین کی صورتحال کی بہترین تشریح تھے۔

APP

PPI

ماں کی صحت

نئی زندگی

الیفیہ حسین کی تحریر: 8 اکتوبر کے زلزلہ کے بعد صحت کی سہولیات نہ ہونے کی وجہ سے حاملہ خواتین کیلئے صورتحال مزید خراب ہوگئی۔

8 اکتوبر کے زلزلہ کے دوران زندہ رہنے کی کوششوں میں ایک معجزہ دکھائی دیا۔ ایک نئی زندگی وجود میں آئی۔ عین اس وقت جب زلزلہ آیا تو ضلع مانسہرہ کے ہسپتال میں گائنہ کالوجی کے وارڈ میں ایک عورت بچہ پیدا کرنے کے عمل سے گزر رہی تھی۔ لیڈی ہیلتھ وزیٹر چاند کے مطابق پھر اچانک لیبر روم کے دروازے اور کھڑکیوں کے شیشے ہلنے لگے۔ یہ زلزلہ کی شروع کی علامات تھیں۔ لیکن ڈاکٹر ابھی تک پرسکون تھے اور اس انتظار میں تھے کہ جھٹکے رک جائیں۔ چاند نے بتایا کہ یہ جھٹکے ختم نہ ہوئے اور اس صورت حال میں وہ ماں پریشان ہوگئی اور وضع حمل کی تکلیف ختم ہوگئی۔

جب جھٹکے مسلسل لگنے لگے تو لیبر روم کے اندر افراتفری پھیل گئی۔ اس عورت کو لیبر روم سے کُھلی جگہ پر منتقل کر دیا گیا۔ زلزلہ کے جھٹکوں کی وجہ سے بچہ کی پیدائش کا قدرتی عمل بھی متاثر ہوا۔ جس کی وجہ لیڈی ڈاکٹر کو انجیکشن لگا کر درد شروع کروانا پڑا۔ آخر کار وہ بچے کو جنم دینے میں کامیاب ہوگئی۔ اس طرح کی صورتحال میں غالباً یہ ایک معجزہ تھا۔ حمل کے ضائع ہو جانے کے واقعات میں، وقت سے پہلے درد شروع ہونے اور بہت زیادہ خون کے بہہ جانے کی شکایات عام تھیں۔ مثال کے طور پر

اسی ہسپتال میں زلزلہ کے تقریباً ایک ماہ بعد 8 ماہ کی حاملہ حسن نامی خاتون وارڈ میں سے باہر کھلی جگہ کی طرف مسلسل دیکھ رہی تھی۔اس کے چہرے پر تاثرات بالکل نہ تھے۔اس کی شکل سے ایسا لگ رہا تھا جیسے اس کو کوئی بہت بڑا صدمہ ہوا ہے۔ چاند نے اس کا تعارف کرایا کہ وہ کاغان اور ناران کے درمیان ایک گاؤں راجوال سے آئی ہے۔ چاند نے مزید بتایا کہ اس کا خون مسلسل بہہ رہا ہے۔حسن کے شوہر نے بتایا کہ انہیں بالاکوٹ کے ایک گاؤں میں کیمپ تک پہنچنے کیلئے لمبا سفر طے کرنا پڑا۔ زیادہ تر سفر دشوار گزار تھا اور اس وجہ سے اس کے حمل میں پیچیدگی پیدا ہوئی ہے۔

حسن لوہے کے بستر پر بیٹھی ہوئی تھی جس پر گدا بھی نہ تھا کیونکہ ہسپتال کے سٹور کا انچارج جمعہ کے وقفہ کی چھٹی پر تھا۔ حسن کے گردونواح میں ایسی بہت سی عورتیں تھیں جو کہ اسی طرح کی حالت سے دوچار تھیں۔مثال کے طور پر اس کے سامنے والی وارڈ جس میں گنجائش سے زیادہ مریض تھے وہاں پر ایک عورت جس کا بچہ پیٹ میں مر گیا تھا، وہاں پر گزشتہ تین دنوں سے داخل تھی۔ ضلعی ہسپتال سے تھوڑی دور اٹلی کے فیلڈ ہسپتال میں گل بی بی نے وقت سے پہلے دردِ زہ شروع ہوجانے کے بعد بچے کو جنم دیا۔اس کے خاوند میر احمد نے بتایا کہ بالاکوٹ کیمپوں میں موجود اہلکاروں نے انہیں اس ہسپتال میں بھیجا ہے۔

اقوامِ متحدہ کے بہبود فنڈ کے ضلعی افسر ڈاکٹر قیس محمد نے اے پی پی سے بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ انہیں سب سے بڑا مسئلہ یہ درپیش ہے کہ جو خواتین ہسپتال میں آرہی تھیں ان کی بہت زیادہ ہڈیاں ٹوٹی ہوئی تھیں اور معائنہ کرنے پر معلوم ہوا کہ ان کے حمل ضائع ہوگئے ہیں۔ مانسہرہ کے ہسپتال میں چند خوش نصیبوں کا علاج کیا گیا۔اقوامِ متحدہ کے ایک اندازے کے مطابق زلزلہ کے دو ماہ بعد متاثرہ علاقوں میں 17 ہزار عورتیں بچوں کو جنم دینے والی تھیں ان میں سے تقریباً 1200 کو پیچیدگیوں کا سامنا کرنا پڑا جبکہ 400 کی سرجری کی گئی۔اقوامِ متحدہ کے آبادی کے فنڈ UNFPA نے خبردار کیا ہے کہ صدمے کی وجہ سے نوجوان لڑکیوں اور حاملہ خواتین کی صحت کو شدید خطرہ لاحق ہے۔ کیونکہ زلزلہ کے بعد وہ سخت موسم میں رہ رہی تھیں اور صحت کی بنیادی سہولتوں اور ایمرجنسی تک ان کی رسائی بھی محدود تھی۔

عورت فاؤنڈیشن کی انیس ہارون نے زلزلہ کے فوراً بعد علاقوں کا دورہ کیا۔انہوں نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ تباہی سے پہلے بھی پاکستان میں صحت کی ناکافی سہولیات موجود تھیں۔مختلف بنیادی صحت کے یونٹ محض عمارتیں تھیں اور ان کے اندر کچھ بھی نہیں ہوتا تھا۔اب زلزلہ کے بعد کچھ بھی نہیں رہا۔زلزلہ سے متاثرہ علاقوں میں خواتین ڈاکٹر ناکافی ہیں اور رضا کاروں کی بھی کمی ہے۔ زلزلہ کے فوراً بعد دور دراز کے علاقوں میں لوگوں تک پہنچنے کی کوشش میں اقوامِ متحدہ کی آبادی کے فنڈ نے ایک خاتون ڈاکٹر اور مڈوائف پر مشتمل موبائل میڈیکل یونٹ کو روانہ کیا۔گورنر موبائل ہسپتال فاٹا کا گائنی مسائل سے نمٹنے کیلئے موبائل یونٹ بھی مانسہرہ بھیجا گیا۔

سچ تو یہ ہے کہ بہترین اوقات میں بھی پاکستان میں ماں کی صحت سے متعلق اعدادوشمار نہایت مایوس کن ہیں۔اقوامِ متحدہ کے اندازے کے مطابق ایک لاکھ عورتوں میں سے 540 عورتیں مناسب طبی سہولتیں نہ ملنے اور غیر تربیت یافتہ طبی سٹاف کی وجہ سے بچے کی پیدائش کے دوران فوت ہوجاتی ہیں۔تقریباً 80 فیصد بچوں کی پیدائش گھروں میں ہوتی ہے۔

Online

ذریعہ معاش کا خاتمہ

ایک انتخاب کی تلاش

فریدہ شہید کا تجزیہ: خواتین کے ذرائع معاش کے مسائل کو علیحدہ نہیں دیکھا جاسکتا۔ جسمانی، انسانی اور سماجی ورثہ کی بنیاد اور عدم تحفظ کے ذرائع پر بھی ایک طائرانہ نظر ڈالنے کی ضرورت ہے۔

تباہ کاریوں سے ہمیشہ علیحدہ نبٹا جاتا ہے اور ان کو اس طرح دیکھا جاتا ہے جیسے ان کا مرکزی منصوبہ بندی اور ترقی سے قطعی کوئی تعلق نہیں۔ حقیقت میں دونوں کا آپس میں بڑا قریبی تعلق ہے کیونکہ خواہ آفت ہو یا نہ ہو اس سے قطع نظر ذریعہ معاش کے مسائل کا تعلق لوگوں کی زندگی اور بہتری سے ہے۔ لوگوں کی آفت کے مقابلہ میں عدم تحفظ پہلے سے موجود روایت کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ جو موجود ذرائع (قدرتی اور مرکزی ذرائع، انفراسٹرکچر اور سازوسامان) انسانی ذرائع (تعلیم وصحت وغیرہ) اور سماجی ذرائع (تنظیمی ڈھانچے اور نیٹ ورک کی مدد) پر مشتمل ہوتا ہے۔ نظرانداز کرنے اور ترقی کی غیر مناسب پالیسیوں کی وجہ سے لوگوں کی آفت میں عدم تحفظ کو بڑھا دیتی ہیں۔ اس کے برعکس ترقی کی مناسب مداخلتیں جو لوگوں کے ذرائع کی بنیاد میں اضافہ کرتی ہیں وہ آفت میں ان کی عدم تحفظ کو کم کرسکتی ہیں۔ مثال کے طور پر حالیہ زلزلہ کا اثر ان علاقوں میں بہت زیادہ تھا جہاں درخت ضرورت سے زیادہ کاٹے گئے تھے اور جن علاقوں میں درخت کم کاٹے گئے تھے وہاں اس کا اثر

مقابلتاً کم تھا۔ اس بات کی نشاندہی WWF نے ضلع مظفر آباد میں کی تھی۔

8 اکتوبر 2005ء کا زلزلہ ان علاقوں میں آیا جہاں یہ لوگ پہلے سے ہی عدم تحفظ کا شکار تھے اور زیادہ تر لوگ خط غربت کے قریب رہ رہے تھے۔ لوگوں کے ذرائع نہ ہونے کے برابر تھے جو ذریعہ معاش کے رجحانات اور دور دراز کے شہروں اور دیار غیر میں مزدوری کی طرف مائل کر رہے تھے۔

تمام آفات کی طرح زلزلہ کے اثرات بھی صنف سے متعلق تھے۔ زلزلہ کی وجہ سے صنف سے متعلق پہلے سے موجود عدم تحفظ مزید بڑھ گیا۔ خواتین کا زیادہ عدم تحفظ، کمزور سماجی ڈھانچے، امدادی نیٹ ورک، تنظیم اور فیصلہ سازی، غیر مقبول مہارتوں، کم تعلیم اور ذرائع تک رسائی نہ ہونے کی وجہ سے بڑھ جاتا ہے۔ ان میں سب سے اہم خواتین کی نقل و حرکت میں کمی ہے۔ آفت کا اثر عورتوں اور مردوں پر مختلف ہوتا ہے۔ خاص طور پر اس وقت جب انہیں نقل مکانی نہ کرنی پڑے تو مردوں پر کام کا دباؤ کم ہو جاتا ہے اور عورتوں کا بڑھ سکتا ہے۔ روزگار کی خاطر مرد گھروں کو چھوڑ کر جاسکتے ہیں جبکہ خواتین کو یہ آزادی حاصل نہیں ہے اور انہیں بچوں، زخمیوں اور بزرگوں کی دیکھ بھال بھی کرنا ہوتی ہے اور ان کی فوری ضروریات کو پورا بھی کرنا ہوتا ہے۔

زلزلہ کے بعد خواتین کی بحالی کی اشیاء تک رسائی کم تھی اور ہرجانہ حاصل کرنے میں بڑی دشواری کا سامنا تھا۔ انہیں فیصلہ سازی سے خارج کر دیا گیا تھا جو کہ کیمپ کے انتظام میں بڑی اہمیت کی حامل تھی۔ لیکن اب اس کی اہمیت تعمیرِ نو اور بحالی کی ضروریات کے سلسلے میں بھی بڑھ گئی ہے۔ مزید یہ کہ پاکستان میں خواتین کی صرف اہم ضروریات کا خیال رکھا گیا ہے۔ تولیدی صحت کی ضروریات کو زیادہ تر پورا نہیں کیا گیا جس کی وجہ خواتین میڈیکل سٹاف کی کمی کے علاوہ عام سماجی رویہ بھی ہے۔

آبادکاری کے منصوبے میں عدم تحفظ اور لوگوں کے ذریعہ معاش کی مخصوص ضروریات کو پورا کیا جانا چاہیے۔ خاص طور پر وہ لوگ جو معذور ہو جائیں اور خاندان کے اکیلے سربراہ ہوں خواہ وہ خواتین ہی کیوں نہ ہوں۔ خواتین کے ذرائع معاش کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا مثلاً اس وقت تمام تر توجہ تعمیر کے ذریعہ آبادکاری پر دی جارہی ہے۔ اس چیز کی ضرورت اپنی جگہ مگر یہ چیز خواتین کے روزگار کے انتخاب کو نہیں بڑھائے گی۔ مزید یہ کہ اگر غلطی سے اس بات پر یقین کر بھی لیا جائے کہ تعمیرِ نو زلزلہ سے متاثرہ لوگوں کے مسائل حل کر دے گی تو پھر بھی خواتین کی حالت پہلے سے بدتر ہو جائے گی۔ آبادکاری اور تعمیرِ نو کے مناسب بندوبست ہونے کیلئے خواتین اور دیگر گروہوں کو منصوبہ بندی، نفاذ اور نگرانی میں شامل کیا جائے۔

آفت کے دوران بھی قائم رہنے والے ذرائع معاش پیدا کرنے کیلئے ضروری ہے کہ ماضی کی روایات کو تبدیل کیا جائے۔ اس کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ انتظامات کا ڈھانچہ بہتر ہو اور خاص طور پر آبادی کی ضروریات کو پورا کرے۔

وہ جن کے پاس معمولی ذرائع موجود ہو تو مددگار عناصر کو ان کے ذرائع معاش کو تحفظ فراہم کرنا چاہیے۔ انہیں مضبوط

کرنا چاہیے اوران کے انتخاب میں اضافہ کرنا چاہیے اور وہ لوگ جن کے پاس ذرائع موجود نہ ہوں ان میں اہلیت پیدا کرنی چاہیے۔ وسائل پیدا کرنے چاہئیں اور ذرائع معاش کے انتخاب میں حوصلہ افزائی کرنی چاہیے۔

وسائل خود بخود ذریعہ معاش نہیں بنتے۔ اس چیز کیلئے مناسب/ بااختیار ماحول کی ضرورت ہوتی ہے جس میں مندرجہ ذیل چیزیں شامل ہوتی ہیں:

1- آفت کو برداشت کرنے والا موجود اور سماجی انفراسٹرکچر۔

2- مقامی آبادی کے مجموعی مفاد کیلئے ادارے بشمول سرکاری اور غیر سرکاری تنظیمیں اور موجود جگہیں، امدادی کوششوں میں مقامی آبادی پر توجہ دی جائے تاکہ گھروں کے علاوہ انفرادی سطح پر مخصوص ضروریات پوری کی جاسکیں۔

3- بہتر انتظامات جس میں ذرائع کیلئے اہلیت، زمین کے حقوق اور ضروری خدمات جیسے صحت و تعلیم۔

4- سماجی سطح پر ذمہ دار منڈیاں بشمول مارکیٹ منڈی کے ضوابط، جو زرعی اقتصادیات کو دیہی ذرائع معاش کو مستحکم کرنے میں مدد دے۔

خواتین کیلئے بااختیار ماحول کا مطلب یہ بھی ہوتا ہے کہ حکومت کی مدد سے رویوں میں تبدیلی لائی جائے۔

روزگار کے مسئلہ کو علیحدہ نہیں کیا جاسکتا۔ موجودہ انسانی اور سماجی ذرائع اور عدم تحفظ کے ذرائع کو درست کرنے کی ضرورت ہے۔ مثلاً خواتین کے زندہ رہنے کیلئے پانی اہم ترین ضرورت ہوسکتا ہے لیکن یہ مردوں کیلئے اتنی اہمیت کا حامل نہیں ہوسکتا۔ اگر عورت سارا دن پانی لاتی رہے تو اس کے پاس کوئی ایسی سرگرمی نہیں ہوتی جس کے ذریعہ وہ رقم کما سکے۔ اصل میں خواتین ان کاموں سے علیحدہ نہیں کی جاسکتیں۔ ان میں سے بعض زراعت سے منسلک ہیں اور اپنی گزر اوقات کر رہی ہیں۔ بعض بے قاعدہ سرگرمیوں کے ذریعہ گزر اوقات کر رہی ہیں۔ مگر بہت زیادہ خواتین کا تعلق شہروں سے ہے جن کیلئے یہ غیر متعلقہ باتیں ہیں۔ تعمیرِ نو کیلئے کی جانے والی کوششوں کے سلسلہ میں خبردار رہنے کی ضرورت ہے تاکہ وہ خواتین اور عام لوگوں کی مخصوص ضروریات بھی پوری کی جاسکیں۔

ظاہری بات یہ ہے کہ ایک موقع ہے تاکہ ہم پہلے والی منصوبہ بندی کے دوران کی جانے والی غلطیوں کو نہ دہرائیں۔ اوپر سے نیچے کی سوچ اس لئے اپنائی گئی تھی کہ ایک جیسی امدادی سرگرمیاں مختلف علاقوں اور حالات میں مناسب ہونگی۔ ہمیں ماضی کی غلطیوں سے سبق سیکھنا چاہیے اور پہلے کی طرح پورے ملک میں سلائی کڑھائی کے بے سود مراکز کھولنے سے گریز کرنا چاہیے۔ جنہوں نے خواتین کو روزگار کمانے کے سلسلہ میں نہایت معمولی سی مدد دی ہے۔ منصوبوں کو منڈی کی مخصوص ضروریات کے مطابق تشکیل دیا جائے۔ منصوبہ بندی گروہ اور علاقہ سے متعلق ہونی چاہیے تاکہ کامیابی حاصل ہوسکے۔ نصابی کتابیں تبدیل کی جائیں تاکہ لوگوں کو زلزلہ کی وجوہات کے بارے میں آگاہی فراہم کی جاسکے۔ اس تبدیلی کے ذریعے صنفی

تعصب کو بھی ختم کیا جائے۔

بہتر منصوبہ بندی کے سلسلہ میں سب سے بڑا چیلنج ایک مربوط اعداد و شمار کا نہ ہونا ہے۔ صورتحال کا تجزیہ کرنا ضروری ہے تا کہ مربوط اور غیر مربوط نقصان اور مخصوص علاقوں میں عدم تحفظ کا اندازہ لگایا جاسکے۔ غیر مربوط ڈھانچے میں عدم تحفظ میں استعداد کار کے ساتھ ساتھ پہلے سے موجود قوائد وضوابط، علم وآگہی اور کمیونٹی کی امداد کا نظام بھی شامل ہوتا ہے۔

تعمیرِ نو کے لیے چاہیے کہ:

- غربت مکاؤ پروگراموں (پاورٹی ریڈکشن پلان) سے منسلک ہو۔
- حکومت اور مقامی سطح پر معلومات تک رسائی اور نگرانی کے نظام کو یقینی بنایا جائے۔
- دکھ اور تکلیف کو کم کرنے کا بہترین طریقۂ کار مہیا کیا جائے۔
- طریقۂ کار میں مقامی آبادی کی شرکت کو یقینی بنایا جائے۔
- یہ بات یقینی بنانی چاہیے کہ خواتین اور دیگر عدم تحفظ گروپوں کی آواز سنی جائے۔
- زمینی حقائق کے مطابق منصوبوں کو شامل کرنے کیلئے لچک موجود ہو۔

حکومت کا قومی منصوبہ برائے عمل کا قیام خوش آئند ہے لیکن یہ بھی ضروری ہے کہ مختلف گروہوں اور علاقوں کے درمیان تعلق کو یقینی بنایا جائے کیونکہ تمام لوگ معاشروں میں رہتے ہیں نہ کہ علیحدہ علاقوں اور گروہوں میں۔

اسلام آباد میں 6 فروری 2006ء کو ایس پی او اور جیک ایراء گروپ کے زیر اہتمام منعقدہ کانفرنس:

'Challenges to Livelihoods & Housing in the face of 2005 Earthquake'

سے اخذ کردہ ایک پریزنٹیشن

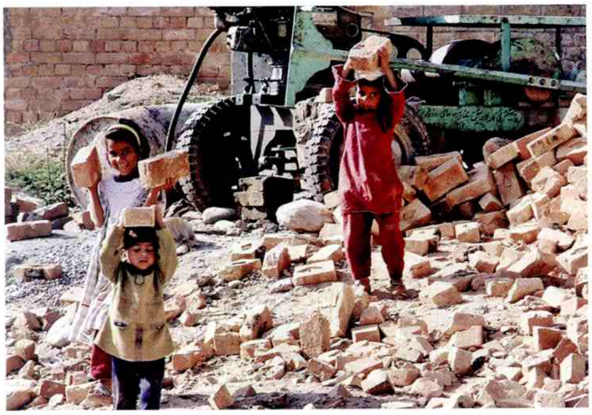

Online

Internet

بحالی کا راستہ

8 اکتوبر کے ہولناک زلزلے کے بعد زندگی اور جائیداد پر کنٹرول نہ ہونے اور غیر یقینی مستقبل، ان سب نے مل کر خواتین اور بچوں میں مختلف سطح کے بہت سے جذباتی ردِعمل کو ابھارا تھا۔ دباؤ، پریشانی اور مایوسی عام تھی۔ یہ حصہ متاثرین کی نفسیاتی بہبود کیلئے وقف کیا گیا ہے تاکہ وہ اپنے ردِعمل کو بہتر طریقہ سے سمجھ سکیں اور بہتر طور پر اپنی بحالی کر سکیں۔

Online

Internet

نئی زندگی کی امنگ کے ساتھ

جذباتی ونفسیاتی بحالی

آشا بیدار زور دیتے ہوئے کہتی ہیں کہ بااختیاری، خود اعتمادی اور باہمی احترام ہی خواتین کے نفسیاتی زخموں اور لمبے عرصے کے نقصانات سے نبرد آزما ہونے اور ان کا مقابلہ کرنے میں مدد فراہم کر سکتے ہیں۔

خواتین کی ذہنی اور جذباتی صحت کا براہِ راست تعلق معاشرے میں ان کے مقام اور معاشرتی ماحول سے ہوتاہے۔ 8 اکتوبر 2005ء کے زلزلہ کے بعد خواتین کی زندگیوں میں آنے والی نمایاں تبدیلیوں نے ان کے لئے ذہنی اور جذباتی بہبود کے مخصوص قسم کے چیلنج لا کھڑے کئے ہیں۔

ٹیلی ویژن پر زلزلہ سے متاثرہ لوگوں کی اندوہناک تصویریں، ان کے خوف، نقصان، درد اور بے چارگی کو پیش کیا گیا ہے۔ ہم سب ان کے دکھ درد میں شریک ہیں۔ ہم ان کے ساتھ مل کر روئے ہیں اور ہم نے ان کیلئے کچھ نہ کچھ کیا ہے۔ لیکن یہ حالات ایسے ہیں جن کے بارے میں ہم سے زیادہ تر سمجھنا تو درکنار تصور بھی نہیں کر سکتے۔ آفت سے متاثر ہونے کے بعد خواتین کیلئے سب کچھ تبدیل ہو گیا ہے۔ ان کا ماحول، خاندانی ڈھانچے، کردار، روایات، سماجی ادارے، مقامی آبادی اور اس

سے جڑا تحفظ وغیرہ سب کچھ بدل چکا ہے۔

یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ان خواتین پر دباؤ بے حد زیادہ ہے۔ زلزلہ سے متاثرہ تمام خواتین اپنے اپنے دباؤ کو مختلف طریقوں سے بیان کرتی ہیں۔

> ''میں ڈر گئی تھی لیکن میں گھر سے باہر آنے میں کامیاب ہو گئی لیکن پھر میں نے دیکھا کہ میرا بیٹا ابھی تک ملبے کے نیچے دبا ہوا تھا اس لئے میں اسے چھوڑ کر نہیں جا سکتی تھی۔ میرا خاوند مجھے کھینچنے کی کوشش کرتا رہا۔ اس نے کہا تھا کہ ہم لوگ کچھ نہیں کر سکتے لیکن میں نہ گئی۔ میں چیختی چلاتی رہی کہ کوئی آئے اور میرے بیٹے کو باہر نکالے۔ میں وہاں خوفزدہ ہو کر بیٹھ گئی اور چلاتی رہی''۔

کسی بھی تبدیلی کے پیش نظر دباؤ فطری عمل ہوتا ہے جو انسان کو اپنے آپ کو حالات میں ڈھالنا سکھاتا ہے۔ لیکن صدمے کا خوف اس وقت بڑھ جاتا ہے جب کسی شخص کو اچانک اور اکثر غیر متوقع دباؤ سے بھرپور حالات کا سامنا کرنا پڑے۔ یا یہ صورتحال اس وقت بھی پیدا ہو سکتی ہے جب کوئی شخص ان حالات پر قابو پانے کی کوشش کر رہا ہو اور یہ دباؤ اس سے نمٹنے کی صلاحیت پر غالب آ جائے۔ کوئی بھی صورتحال خواہ کتنی ہی غیر معمولی ہو اچانک ہلا کر رکھ دینے والی اور خوفزدہ کرنے والی ہو اس کو یقینی صدمے سے بھرپور کہا جا سکتا ہے۔ صدمہ اصل میں جذباتی طور پر جھٹکا یا نفسیاتی طور پر زخم ہے جو انسان کی حالات سے مقابلہ کرنے کی صلاحیت پر غالب آ جاتا ہے۔ ہر چیز اس کو بے حد خوفزدہ، فکرمند اور بے یارومددگار بنا دیتی ہے۔ آفات اور خاص طور پر قدرتی آفات، ان سے زیادہ صدمہ پہنچانے والی ہوتی ہیں کیونکہ ان کے بارے میں پیشین گوئی نہیں کی جا سکتی ہے۔

قدرتی آفات کے بعد صدمے کا دباؤ ہوتا ہے کیونکہ زندہ بچ جانے والے افراد نے درج ذیل میں سے ایک یا ایک سے زائد کا سامنا کیا ہوا ہوتا ہے۔

- اندوہناک واقعات رونما ہونا
- خاندان کے ممبران، رشتہ داروں، دوستوں، ذاتی اشیاء اور ذریعہ معاش کا نقصان
- مزید نقصان کا اندیشہ
- جسمانی چوٹ، معذوری اور اپنی یا دوسروں کی بیماری
- آفت کے بعد دباؤ اور محرومی والے ماحول میں رہنا
- مقامی آبادی کا تہہ و بالا ہو جانا
- آفت کے سماجی اثرات

’’میں ابھی تک اتنی زیادہ خوف زدہ ہوں اور میرے بچے بھی اتنے ہی خوفزدہ ہیں حتیٰ کہ
جب ہمیں ہیلی کاپٹر کے آنے کی آواز سنائی دیتی ہے تو ہم پریشان ہو جاتے ہیں‘‘۔

زلزلہ سے متاثرہ خواتین نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے بتایا کہ کس طرح انہوں نے انتہائی خوف سے بچ نکلنے کی کوشش کی اور اپنے خاندان کے ممبران کو بچانے اور زلزلہ کے بعد تکلیف دہ وقت کا سامنا کیا۔ انہوں نے ان دنوں اور گھنٹوں کے بارے میں بتایا جو انہوں نے ملبے سے اپنی اشیاء نکالنے پر صرف کئے اور انہوں نے اس وقت کے بارے میں بتایا جب ان کے نقصان کی حقیقت ان پر عیاں ہوئی۔ خوف ابھی بھی باقی ہے۔ مثال کے طور پر زلزلہ اور اس کے بعد کی اچانک اونچی بلند آوازیں ابھی تک بچوں اور خواتین کے لیے باعث پریشانی ہیں۔

اکثر خواتین کے لیے ایمرجنسی کا بتدائی مرحلہ اختتام پذیر ہو چکا ہے اور اب وہ اپنی خوفزدہ اور انتہائی دباؤ کی صورتحال سے نکل کر جذباتی ردِعمل کے مرحلے میں داخل ہو چکی ہیں جن میں ان کے نقصانات کی پیچیدگیاں زیادہ واضح ہوں گی۔ زلزلہ کے نتیجہ میں تمام خواتین کو شدید چوٹیں نہیں آئیں اور نہ ہی وہ معذور ہوئیں اور نہ ہی تمام خواتین کے خاندانوں کے ممبران زخمی یا ہلاک ہوئے تھے۔ لیکن عام خواتین کا کسی نہ کسی طرح کا نقصان ضرور ہوا تھا۔ یہ نقصان تمام خواتین کی کہانیوں میں موجود ہے جس کو وہ اپنا انتہائی جذباتی تجربہ قرار دیتی ہیں۔ وہ اپنے بچوں، خاوندوں اور خاندانوں کے دیگر افراد کے بارے میں بتاتی ہیں۔ وہ بتاتی ہیں کہ ان کے بچے اور خاوند کھو گئے ہیں اور ان کے جسموں کے اعضاء کام نہیں کر رہے ہیں۔ ان کے گھر اور بچوں کے سکول تباہ و برباد ہو چکے ہیں اور ان کے جانور اور مال و اسباب ملبے تلے دب چکے ہیں۔

روایتی طور پر گھر جانور، خاندانی زندگی ہی خواتین کی ذمہ داریاں تھیں اور ان کی زندگی ان کے گرد گھومتی تھی اور یہی وجہ ہے کہ زلزلہ سے متاثرہ خواتین کے نقصانات مردوں اور بچوں سے زیادہ نہیں تو مختلف ضرور ہیں۔

’’ہمارے پاس کچھ نہیں بچا، سب کچھ ختم ہو گیا ہے۔ میرے جانور مر گئے ہیں۔
صرف ہم باقی بچے ہیں۔ لیکن ہمارے پاس کچھ نہیں بچا۔ میں خیمے کے اندر سارا
دن بیٹھ کر روتی رہتی ہوں۔ میں اب کیا کروں؟ رونے کے علاوہ میں کیا کر سکتی
ہوں؟ میرا کوئی گھر نہیں رہا اور نہ ہی میرے پاس کچھ کرنے کو ہے۔‘‘

’’میرے تین بچے تھے اور ان میں سے دو مر چکے ہیں۔ میں اب تنہا ہوں میری
زندگی بچوں کی وجہ سے بھرپور تھی اور اب میرے پاس کچھ بھی نہیں رہا‘‘۔

خواتین میں دباؤ اس وقت زیادہ بڑھ جاتا ہے جب وہ عارضی خیموں میں آتی جاتی ہیں۔ مزید نقصان زخم کی صورت میں اور متوقع زلزلہ کے خطرہ کا امکان ہو سکتا ہے اور اکثر خواتین کو خوراک اور کپڑے میسر آ گئے ہوں لیکن دکھ تکلیف غیر یقینی کی

کیفیت اور عدم تحفظ کافی عرصے تک باقی رہتا ہے۔ اکثر کو اس بات کا اندازہ نہیں تھا کہ اب کیا کیا جائے۔ انہیں اس بات کا علم بھی نہیں تھا کہ وہ یہاں ٹھہریں گی وہ کیسے زندہ رہیں گی۔ وہ اور ان کے اہلِ خانہ سخت سردی کا مقابلہ کس طرح کریں گے۔ بہت سی خواتین ابھی تک مزید زلزلہ سے نہیں بلکہ اپنے انجانے ماحول، اجنبیوں اور اپنے روایتی کردار میں تبدیلی سے پریشان ہوتی ہیں۔ یہ بات بھی انہیں پریشان کرتی ہے کہ وہ مرد جن کو انہوں نے پہلے کبھی دیکھا بھی نہیں وہ ان کے عارضی گھر میں آزادانہ گھومتے پھرتے ہیں۔ وہ ان انجانی جگہوں سے پریشان ہیں جہاں ان کے بچے کھیلتے ہیں وہ رات کو عوامی طہارت خانوں میں جانے سے خوفزدہ ہیں اور وہ بین الاقوامی کارکنوں سے خوفزدہ ہیں جن کی وہ زبان نہیں سمجھتی ہیں۔

جنسی حملے، اغوا اور گھریلو تشدد خواتین کے لیے نئے نہیں ہیں۔ تاہم بڑھتے ہوئے تشدد نے خواتین میں یہ احساس بڑھا دیا ہے کہ اس طرح کے حالات عام ہیں۔ مزید یہ کہ کیمپوں میں بھی خواتین کو بحالی کے سامان، معلومات اور دیگر وسائل تک مساوات کے ساتھ رسائی حاصل کرنے کے لیے ناہمواریوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

آہستہ آہستہ وہ باہر نکل رہی ہیں تا کہ وہ اپنے آپ کو ماحول سے آشنا کرسکیں اور اپنے آپ کو ایک نئی زندگی کا موقع دے سکیں۔ لیکن اس کے باوجود ان پر خوف طاری ہے، نئے ماحول اور انتہائی تبدیل شدہ سماجی ڈھانچے میں رہتے ہوئے دماغی صحت کی پیچیدگیاں مردوں کے مقابلہ میں خواتین میں زیادہ ہیں۔

> ''میں باہر کہیں نہیں جاتی ہوں۔ میں یہاں کسی کو نہیں جانتی ہوں۔ میری بیٹیاں بھی باہر جانے سے خوفزدہ ہیں۔ حتیٰ کہ وہ بیت الخلاء میں بھی نہیں جاتی ہیں کیا پتہ وہاں کون موجود ہو''۔

زلزلہ کی یادیں، اس کے نقصانات ان کا اپنی زندگیوں پر کنٹرول کی کمی اور ان کا غیر یقینی مستقبل خواتین میں بہت سارے جذباتی ردِعمل پیدا کر رہا ہے۔ بہت سی خواتین نے مایوسی، لاچارگی، ناامیدی کا اظہار کیا۔ بہت سی خواتین بار بار اپنے اور اپنے خاندان کے بارے میں پریشان رہتی ہیں۔ وہ رات کو سو نہیں سکتی ہیں اور کھانا ملنے کے باوجود مناسب طریقہ سے کھا نہیں سکتی ہیں۔ بہت سی خواتین بات کرنا چاہتی ہیں اور اپنی تکلیف کے بارے میں بتانا چاہتی ہیں۔ تاہم چند جذباتی ردِعمل ایسے ہیں جن کا الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے۔ اس لئے انہیں جسمانی موجود علامات کہا جاتا ہے کیونکہ بعض اوقات دبائے ہوئے جذباتی ردِعمل جسمانی علامات کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں، اس طرح سے جذباتی ردِعمل کا اظہار بہت سی خواتین میں یکساں ہے اور یہ چیز ہمارے ملک میں خاص طور پر عام ہے۔ بہت سی خواتین ڈاکٹروں کے پاس سر درد، معدے میں تکلیف، سانس لینے میں دشواری، ہاتھوں کے کانپنے، دل کی دھڑکن میں بے قاعدگی، بے ہوشی، پٹھوں میں درد، ہاضمے کی خرابی اور دیگر تکالیف کے سلسلہ میں آئیں۔ تاہم ڈاکٹروں کی رپورٹ کے مطابق بہت سی صورتوں میں ان علامات کے لیے کوئی طبی

وجوہات نہیں ہیں۔ مزے کی بات یہ ہے کہ بہت سی خواتین کو ان علامات کے بارے میں علم ہے کہ ان کا تعلق ان کے جذباتی حالات سے ہے۔

''میں بہت زیادہ پریشان رہی ہوں۔ میں رات کو سو نہیں سکتی، میں ہر وقت روتی رہتی ہوں اور میرے سر میں شدید درد رہتا ہے۔''

''یہاں پر ایسی خواتین موجود ہیں جو کچھ بھی نہیں کرنا چاہتی ہیں۔ نہ ہی وہ اپنے خیموں سے باہر نکل کر ہمارے ساتھ بات کرنا چاہتی ہیں۔ وہ وہاں خاموشی سے بیٹھی رہتی ہیں اور اپنے بچوں کے بارے میں سوچ کر رونے لگتی ہیں''۔

یہ سمجھنا اہمیت کا حامل ہے کہ نفسیاتی نکتۂ نظر سے دباؤ کے تمام ردِعمل جن کے بارے میں خواتین نے بتایا ہے وہ مکمل طور پر صحیح ہیں یعنی غیر متوقع واقعات کے بارے میں عمومی ردِعمل کا اظہار دماغی خرابی نہیں ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ بہت سے ابتدائی ردِعمل ختم ہو جاتے ہیں کیونکہ حالات معمول پر آنا شروع ہو جاتے ہیں اور لوگ اپنے آپ کو نئی صورتحال میں ڈھالنا شروع کر دیتے ہیں اور اپنے اوپر قابو پا لیتے ہیں۔ تاہم بعض خواتین میں شدید دباؤ کی علامات جیسا کہ اکثر پریشانی پیدا کرنے والے ماضی کے خیالات، دوبارہ زلزلہ کے آنے کے بارے میں خیالات، مسلسل خاموشی، مسلسل پریشانی کی علامات جن میں بہتری پیدا نہ ہو رہی ہو وغیرہ وغیرہ پائی جاتی ہیں۔ اگر یہ علامات مسلسل موجود رہیں تو ان پر توجہ دینے کی ضرورت ہوتی ہے۔

ان مسائل کے باوجود امید کی کرن موجود ہے۔ اگرچہ ہر وہ شخص جو آفت سے متاثر ہوا ہے وہ کسی نہ کسی حد تک عمومی نفسیاتی ردِعمل کا اظہار کرے گا۔ مقامی آبادیوں میں مزاحمت پائی جاتی ہے۔ اور وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ تھوڑی امداد سے بھی تمام لوگوں کی حالت بہتر ہو جائے گی۔ عام طور پر خاندان اور سماجی نیٹ ورک کے ذریعے یہ امداد محض غیر رسمی بن کر رہ جائے گی۔ ذہنی صحت اور سماجی شعبہ کے ماہرین کے ایران، ترکی اور بھارت میں زلزلہ اور سونامی میں تجربات اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں ان حالات میں مقامی آبادیوں کو اپنی تکلیف اور نقصان پر قابو پانے کے لیے جذباتی و نفسیاتی امداد کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ چیزیں ہماری مقامی آبادیوں کے لیے خاص طور سچی ہوسکتی ہیں جہاں روایتی ذہنی صحت کے علاج کی ضرورتوں جیسے مشورہ اور مداوا کو لوگ نہ تو سمجھتے ہیں اور نہ ہی ان کے لئے کوشش کرتے ہیں۔

نفسیاتی امداد کے نظریہ کی بنیاد اس خیال پر ہے کہ جذباتی و نفسیاتی اور سماجی مسائل کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ جذباتی و نفسیاتی بحالی، مقامی آبادی اور گروہوں کی کوششوں کے ذریعے فراہم کی جا سکتی ہے۔ جذباتی و نفسیاتی بحالی کے لیے ان کوششوں کا مقصد مقامی آبادیوں کی مدد کرنا ہوتا ہے۔ ان میں لوگوں کو امدادی سامان تک پہنچنے میں مدد فراہم کرنا، انہیں خاندان کے ممبران سے ملانا اور ان کی عزت قائم رکھنا بھی شامل ہے۔ مؤثر جذباتی و نفسیاتی امداد کا لائحہ عمل یہ ہوگا کہ لوگوں کو

اپنے ردِعمل کو بہتر طور پر سمجھنے میں مدد فراہم کی جائے۔ بچ جانے والے افراد کو مستحکم کیا جائے اور مختلف تدابیر جیسے اپنی مدد آپ، مقامی آبادی کی مؤثر شراکت، عزت نفس میں اضافہ، عام زندگی گزارنے میں حوصلہ افزائی، اور گروہوں کو ملاقات کے مواقع فراہم کرنا تاکہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ مل سکیں اور مدد کرسکیں۔

خواتین کے لیے ایسے مواقع، آگاہی پیدا کرنے والے گروہ (جیسے کیمپوں میں تعلیم، نفسیاتی ردِعمل کے بارے میں معلومات اور خدمات وغیرہ) امدادی گروپ سرگرمی یا مہارت پیدا کرنے والے گروہ (جیسے خواندگی سلائی وغیرہ) خواتین کی کمیٹیوں اور رضا کار گروہوں کی صورتوں میں فراہم کرسکتے ہیں۔ مزید یہ کہ جذباتی ونفسیاتی لائحہ عمل کے ذریعے معاشرے میں خواتین کے مرتبے کو بھی صحت اور تعلیمی ذرائع تک ان کی مؤثر رسائی کو یقینی بنا کر ضرور بلند کیا جائے اور انہیں تشدد اور جرائم سے تحفظ فراہم کیا جائے۔

زلزلہ سے متاثرہ علاقوں، کیمپوں اور پناہ گاہوں وغیرہ میں خواتین کی بحالی اور امداد کے لیے سماجی کوششیں شروع ہو چکی ہیں۔ تقریباً ہر کیمپ میں کمیونٹی سینٹر اور ووکیشنل (پیشہ وارانہ) کلاسیں منعقد ہورہی ہیں۔

بہت سی خواتین نے ان کوششوں کی جوابی سرگرمیاں کرنا شروع کردی ہیں۔ اور اس سے پہلے کہ کوئی گروہ وہاں پر کام شروع کرتا وہ پہلے ہی مدد مانگ رہی تھیں۔ زیادہ سے زیادہ خواتین اور نوجوان لڑکیاں رضا کار اور کمیونٹی گروہوں میں شامل ہونا چاہتی تھیں تاکہ وہ متاثرہ خواتین، بچوں اور بزرگوں کی مدد کرسکیں۔ تاہم ابھی بھی بہت سارے چیلنج درپیش ہیں حتی کہ ابھی بھی دور دراز کے علاقوں میں سخت پردے کا نظام خواتین کو مقامی آبادی کے کاموں میں شرکت سے روکتا ہے۔ گروہوں میں خواتین کو اپنی بہتری کے سلسلہ میں ان کی حوصلہ افزائی کے لیے مزید اور مسلسل کوششوں کی ضرورت ہے۔ مزید یہ کہ اس مرحلہ پر خواتین کے لیے محفوظ جگہیں جہاں وہ ایک دوسرے سے ملاقات کرسکیں، مدد کرسکیں اور پیشہ وارانہ مہارتیں سیکھ سکیں، جو بے حد ضروری ہے۔ ان جگہوں کا مقصد خواتین کی آگاہی، تعلیم اور شراکت کے ذریعے بڑھوتری ہونا چاہیے۔

یہ ضروری ہے کہ خواتین ہر قسم کی جذباتی ونفسیاتی امداد، بحالی کی کاوشوں میں سرگرم شرکاء ہوں نہ کہ خاموش تماشائی ہوں۔ آخر کار خواتین کی بڑھوتری خوداعتمادی اور عزت نفس اس حد تک ہو جائے گی کہ وہ تعمیرِ نو کے عمل میں نفسیاتی زخموں اور لمبے عرصہ کے نقصانات پر بھی قابو پاسکیں گے۔

ڈاکٹر آشا بیدار ماہر نفسیات ہیں اور اسلام آباد میں ایک این جی او 'روزن' کے ساتھ منسلک ہیں۔ نومبر 2005ء سے وہ امید پراجیکٹ کے تحت جذباتی ونفسیاتی تربیت، امداد اور دیگر جذباتی، نفسیاتی اور ذہنی ڈویلپمنٹ کی سرگرمیوں کو کوارڈینیٹ کر رہی ہیں۔ امید پراجیکٹ پاکستان ریڈ کریسنٹ سوسائٹی، ڈنمارک ریڈ کراس، فیڈریشن آف ریڈ کراس (IFRC) اور روزن کا مشترکہ منصوبہ ہے۔

جسمانی وذہنی تھکاوٹ The 'burn out' syndrom

حالات سے نبٹنے کی صلاحیت کو بڑھانا

ماہر نفسیات اور کنسلٹنٹ ڈاکٹر انیکا میکوس کوس نے 'چائلڈ سائیکلوجیکل ایموشنل ہیلتھ' کے موضوع پر ایبٹ آباد میں دو روزہ ورکشاپ کا انعقاد کیا۔ انہوں نے بحالی کے کارکنوں کو جسمانی وذہنی تھکاوٹ کے بارے میں خبردار کیا اور آفت کے صنفی اثرات پر کامیابی کے ساتھ قابو پانے کے لئے تجاویز دیں۔

18 مارچ 2006ء کو گڑھی حبیب اللہ میں لڑکیوں کے سکول کا منظر بڑا ہی رقت آمیز تھا۔ 12 سے 18 سال کی 700 میں سے 200 لڑکیاں 8 اکتوبر کے زلزلہ میں ہلاک ہوگئی تھیں۔ سکول کے ایک لڑکے نے بتایا کہ زلزلہ سے پہلے ہی سکول کی عمارت کی حالت بڑی مخدوش تھی۔ اس نے کہا کہ سکول چلانے والے اہلکاروں کو اس بات کا ذمہ دار ٹھہرایا جائے۔ ڈاکٹر انیکا میکوس کوس نے پاکستان میں زلزلہ کے بعد کی صورتحال میں اپنی رپورٹ میں لکھا کہ اساتذہ کو بھی بڑا شدید ذہنی صدمہ پہنچا ہے۔ ایک استانی کا تین سالہ بیٹا ہلاک ہوگیا اور اس کی ساتھی استانی کی 21 سالہ بہن ہلاک ہوگئی جو اس کے سکول میں اس کا انتظار کررہی تھی۔

انہوں نے مزید بتایا کہ متاثرہ بچوں کے لیے مقامی آبادی اور آبادی کی بنیاد پر نفسیاتی پروگراموں کی اشد ضرورت ہے۔

یہ ڈاکٹر کوس کے پاکستان کے زلزلہ سے متاثرہ علاقوں کے 10 روزہ دورے کے بعد تاثرات میں سے چند ایک ہیں۔ ان کے اس دورہ کو دی اوپن سوسائٹی انسٹی ٹیوٹ کا مالی تعاون حاصل ہے جبکہ دیگر چھ این جی اوز نے بھی مدد فراہم کی تھی۔ ان کے اس دورہ کا مقصد معاونین، تربیت کار اور اساتذہ کو مفید مشورے طریقۂ کار کے بارے میں معلومات فراہم کرنا تھا تاکہ صدموں سے دوچار لوگوں اور خاص طور پر بچوں کی مدد کر سکیں۔ ان کے دورہ میں متاثرہ علاقوں کی بحالی کے کام میں مصروف اداروں اور افراد کے ساتھ ملاقاتیں شامل تھیں۔

زلزلہ کے بعد لوگوں کی نفسیاتی توجہ کی انتہائی ضرورت کا تجزیہ کرتے ہوئے شرکت گاہ، ویمنز ریسورس سنٹر نے 21-22 مارچ 2006ء کو ایبٹ آباد میں دو روزہ ورکشاپ کا انعقاد کیا۔ جس میں مختلف این جی اوز کے فیلڈ ورکر، سوشل آرگنائزر کے علاوہ اساتذہ اور صحافی شریک ہوئے[1]۔

ورکشاپ کے دوران شرکاء نے زلزلہ کے شروع کے درج ذیل ردِعمل رپورٹ کئے:

- زندہ بچ جانے والے اپنے احساسات اور جذبات کے بارے میں بات کرنے سے کتراتے تھے۔
- انتہائی بحث کے بعد لوگ ماہر نفسیات سے ملاقات پر آمادہ ہوتے تھے۔
- بہت سے لوگوں کو یہ علم ہی نہ تھا کہ نفسیاتی مشوروں سے ان کی مدد کس طرح ہو سکتی ہے۔
- بہت سے والدین نے اپنے بچوں کو سکول بھیجنے سے انکار کر دیا کیونکہ انہیں خدشہ تھا کہ زلزلہ کے مزید جھٹکے لگیں گے۔
- بعض لوگوں نے اپنے مظلومانہ کردار سے باہر نکلنے سے انکار کر دیا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ وہ غریب ہیں اور انہیں ہر ممکن مدد کی ضرورت تھی بعض اوقات ان کا رویہ انتہائی خودغرض ہوتا تھا۔

ورکشاپ کے دوران اس بات کا مشاہدہ کیا گیا کہ والدین اور اساتذہ کا امدادی کردار ان کے اپنے نفسیاتی خدشات کی وجہ سے کافی متاثر ہو چکا تھا۔ ایسے علاقہ میں ذہنی صحت کے ناکافی ماہرین کی وجہ سے مسئلہ زیادہ پیچیدہ ہو گیا تھا۔ حالات کی سنگینی سے نبٹنے کے لیے صدمے سے دوچار لوگوں کی مدد کے لیے ممکنہ ذرائع کی نشاندہی کی گئی تھی۔ وہ ذرائع درج ذیل ہیں۔

- **خاندان:** والدین یا بچے آفت کی صورتحال میں ایک دوسرے کی مدد کر سکتے ہیں۔ لیکن 8 اکتوبر جیسے زلزلہ کے بعد خاندان کے دوسرے ممبران صدمہ سے دوچار ہو جانے کے ساتھ ساتھ جذباتی طور پر بھی مشکل میں پڑ جاتے ہیں۔ اس وجہ سے وہ ایک دوسرے کی مدد کرنے کی حالت میں نہیں ہوتے۔ خاندان کے وہ افراد جو صدمہ سے کم دوچار ہوئے ہوتے ہیں وہ دوسروں کی بات چیت سن کر ان کی مدد کر سکتے ہیں۔

1- شرکت گاہ، پاکستان ریڈ کریسنٹ (مانسہرہ)، روزن (سلام آباد) نیشنل رورل سپورٹ پروگرام، پریس فار پیس (مظفر آباد) اور عمر اصغر خان ڈویلپمنٹ فاؤنڈیشن (ایبٹ آباد)

- **خاندان سے باہر:** کسی بھی تباہی کے بعد لوگوں کو خاندان سے باہر کے لوگوں کی مدد درکار ہوتی ہے۔ اس سلسلہ میں سکول بڑی اہم جگہ ہیں۔ وہ صورتحال کو صحیح کرنے میں بڑے مددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔ لیکن یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ ایسی صورتحال پر قابو پانے کے لیے اساتذہ کو بھی نفسیاتی امداد کی ضرورت ہوتی ہے۔

- **دوسرے ذرائع سے امداد:** امدادی ٹیمیں، معاونین، رضا کار وغیرہ کسی بھی آفت زدہ صورتحال میں کام کرنے کے لیے امدادی نظام کا لازمی حصہ ہوتے ہیں۔

- **ماہرین نفسیات:** آفت زدہ علاقوں میں ماہرین نفسیات تک بہت ہی کم لوگوں کی رسائی ہوتی ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ بہت کم ماہرین کی خدمات میسر ہوتی ہیں یا یہ کہ صدمے سے دوچار لوگ ماہرین کی مدد لینا ہی مناسب نہیں سمجھتے۔

ایک معاون کے طور مقامی آبادی کی امداد کرنا

گروپ ورک یا گروپ مباحثے: ایک گروپ میں تجربات اور معلومات کا تبادلہ صدمے پر قابو پانے اور دباؤ کم کرنے میں بڑی حد تک مددگار ثابت ہوتا ہے۔ یہ رسمی طریقہ سے بھی کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً آپ کوئی سیمینار یا کوئی منظم تربیتی ورکشاپ میں شامل ہوں جب لوگوں کا ایک گروہ اکٹھا ہوا ہو اور وہ بات چیت کر رہے ہوں تو یہ چیز غیر رسمی طریقہ سے بھی کی جا سکتی ہے۔ کسی قسم کے گروپ ورک کے مؤثر ہونے کے لیے اس امر کی نصیحت کی جاتی ہے کہ جس قدر بھی ممکن ہو سکے صورتحال کو فطری اور موقع کی مناسبت کے لحاظ سے ڈھالا جائے۔ معاون کو ایک صحت بخشنے والے کا کردار ادا کرنا چاہیے، اس سے ہمیں ان لوگوں کے بارے میں معلومات ملتی ہیں جو ایسی مشکلات میں سے گزر چکے ہوتے ہیں اور عام زندگی گزار رہے ہوتے ہیں۔ معاون کو مقامی آبادی میں سے ایسے لوگوں کو بحث مباحثے میں شامل کرنا چاہیے جو قائدانہ صلاحیتیں رکھتے ہوں۔

دوسروں کی بات سننا: بعض لوگ ایک ہی کہانی بار بار بتا کر ماضی میں رہتے ہیں۔ ایسی صورتحال میں معاون کو حال اور مستقبل کے بارے میں مثبت خیالات کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے۔ معاون پوچھ سکتا ہے کہ آپ کیمپ سے واپس جا کر کیا کریں گے؟ کیا آپ نیا گھر تعمیر کریں گے؟ کیا آپ اپنے بچوں کو سکول بھیجیں گے؟ اس چیز کا مقصد یہ ہے کہ زندہ بچ جانے والوں کو ماضی کی مایوس کن یادوں سے نجات دلائی جائے۔ ان کی حوصلہ افزائی کی جائے تا کہ وہ مستقبل کی رنگین اور واضح تصویر کشی کر سکیں۔ انہیں بتایا جانا چاہیے کہ بعض ردِعمل کے منفی احساسات عام ہوتے ہیں اور لوگ اسی طرح اس کا اظہار کرتے ہیں۔ اس لیے

- **خاندان سے باہر:** کسی بھی تباہی کے بعد لوگوں کو خاندان سے باہر کے لوگوں کی مدد درکار ہوتی ہے۔ اس سلسلہ میں سکول بڑی اہم جگہ ہیں۔ وہ صورتحال کو صحیح کرنے میں بڑے مددگار ثابت ہو سکتے ہیں۔ لیکن یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ ایسی صورتحال پر قابو پانے کے لیے اساتذہ کو بھی نفسیاتی امداد کی ضرورت ہوتی ہے۔

- **دوسرے ذرائع سے امداد:** امدادی ٹیمیں، معاونین، رضا کار وغیرہ کسی بھی آفت زدہ صورتحال میں کام کرنے کے لیے امدادی نظام کا لازمی حصہ ہوتے ہیں۔

- **ماہرین نفسیات:** آفت زدہ علاقوں میں ماہرین نفسیات تک بہت ہی کم لوگوں کی رسائی ہوتی ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ بہت کم ماہرین کی خدمات میسر ہوتی ہیں یا یہ کہ صدمے سے دوچار لوگ ماہرین کی مدد لینا ہی مناسب نہیں سمجھتے۔

ایک معاون کے طور مقامی آبادی کی امداد کرنا

گروپ ورک یا گروپ مباحثے: ایک گروپ میں تجربات اور معلومات کا تبادلہ صدمے پر قابو پانے اور دباؤ کم کرنے میں بڑی حد تک مددگار ثابت ہوتا ہے۔ یہ رسمی طریقہ سے بھی کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً آپ کوئی سیمینار یا کوئی منظّم تربیتی ورکشاپ میں شامل ہوں جب لوگوں کا ایک گروہ اکٹھا ہوا ہو اور وہ بات چیت کر رہے ہوں تو یہ چیز غیر رسمی طریقہ سے بھی کی جا سکتی ہے۔ کسی قسم کے گروپ ورک کے مؤثر ہونے کے لیے اس امر کی نصیحت کی جاتی ہے کہ جس قدر بھی ممکن ہو سکے صورتحال کو فطری اور موقع کی مناسبت کے لحاظ سے ڈھالا جائے۔ معاون کو ایک صحت بخشنے والے کا کردار ادا کرنا چاہیے، اس سے ہمیں ان لوگوں کے بارے میں معلومات ملتی ہیں جو ایسی مشکلات میں سے گزر چکے ہوتے ہیں اور عام زندگی گزار رہے ہوتے ہیں۔ معاون کو مقامی آبادی میں سے ایسے لوگوں کو بحث مباحثے میں شامل کرنا چاہیے جو قائدانہ صلاحیتیں رکھتے ہوں۔

دوسروں کی بات سننا: بعض لوگ ایک ہی کہانی بار بار بتا کر ماضی میں رہتے ہیں۔ ایسی صورتحال میں معاون کو حال اور مستقبل کے بارے میں مثبت خیالات کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے۔ معاون پوچھ سکتا ہے کہ آپ کیمپ سے واپس جا کر کیا کریں گے؟ کیا آپ نیا گھر تعمیر کریں گے؟ کیا آپ اپنے بچوں کو سکول بھیجیں گے؟ اس چیز کا مقصد یہ ہے کہ زندہ بچ جانے والوں کو ماضی کی مایوس کن یادوں سے نجات دلائی جائے۔ ان کی حوصلہ افزائی کی جائے تاکہ وہ مستقبل کی رنگین اور واضح تصویر کشی کر سکیں۔ انہیں بتایا جانا چاہیے کہ بعض ردِعمل کے منفی احساسات عام ہوتے ہیں اور لوگ اسی طرح اس کا اظہار کرتے ہیں۔ اس لیے

دباؤ کی علامات کی نشاندہی کرنا

- ناامیدی
- مثبت طور سوچنے کی اہلیت نہ ہونا
- ذہنی دباؤ
- بھوک نہ لگنا
- سُستی
- کام کا نہ ہونا
- اکیلا پن
- تھکاوٹ
- کوئی فیصلہ کرنے کی صلاحیت ختم ہو جانا
- جسم میں درد
- پہلے غمگین پھر ناراض (جذبات میں اتار چڑھاؤ)
- حساسیت کا زیادہ ہونا اور معمولی مسائل پر ضرورت سے زیادہ ردِعمل کا اظہار کرنا

دباؤ پر قابو پانا

- سیر کو جائیں، میوزک سنیں اور کتابیں پڑھیں
- صدمے کو مثبت طریقے سے تبدیل کریں
- لوگوں سے بات چیت کریں اور احساسات اور تجربات کا تبادلہ کریں
- اپنے احساسات کا اظہار کریں
- روزانہ کے معمول میں تبدیلی پیدا کریں
- نہائیں اور سو جائیں

- دوستوں کے ساتھ تفریح کریں
- اگر ضرورت ہو تو علاج کرائیں
- کام سے باقاعدہ آرام کریں
- مذہب کی طرف مائل ہوں۔
- مدد اور راہنمائی کے لیے ساتھی کارکنوں اور ہم رتبہ پر انحصار کریں۔
- معاونین کو ذہنی و جسمانی تھکاوٹ سے بچاؤ کے لیے گروپ بحث کا اہتمام کریں۔

تباہی کے بعد سکولوں اور اساتذہ کا امدادی کردار

سکول ہی بہترین جگہ ہے جہاں جا کر ہم بچوں کو صدمے پر قابو پانے میں مدد فراہم کر سکتے ہیں۔ بچوں کی جذباتی صورتحال اور اس کی روشنی میں انہیں ماہرین کے پاس جانے کی سفارش کرنے اور نزدیکی مشاہدہ کرنے سے اساتذہ نفسیاتی مددگار کے طور پر کام کر سکتے ہیں۔ لیکن ان کو آئیڈیل نہیں بنایا جا سکتا۔ بعض اساتذہ اس بات کے اہل ہوں گے اور وہ بچوں کو تمام مضامین پڑھانے سے زیادہ ان کی مدد کرنا چاہیں گے۔ لیکن دیگر اساتذہ ہو سکتا ہے کہ وہ بچوں کو اضافی وقت نہ دینا چاہتے ہوں یا ان میں یہ اہلیت ہی نہ ہو۔

بچوں کو صدمے سے نبرد آزما ہونے کے لیے اساتذہ کو مشورہ ضرور فراہم کیا جائے۔ انہیں ہر صورت میں:

- کلاس میں خوشگوار ماحول پیدا کرنا چاہیے
- بچوں کی ضروریات کے مطابق پروگرام تشکیل دیں۔ جن بچوں کو یادداشت کا مسئلہ درپیش ہو ان کے لیے چھوٹی کلاسوں کا انعقاد کیا جائے۔ سکول اوقات کے دوران زیادہ وقفے کریں
- اعتماد اور تحفظ کا ماحول پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ بچوں اور والدین کے ساتھ بات چیت کریں۔ والدین کی مدد کریں اور انہیں مشورے دیں
- سکول کے اوقات کے دوران مخصوص سرگرمیوں کا انعقاد کریں اور محض ریاضی اور سائنس پر ہی توجہ نہ دیں
- جن بچوں کو کم صدمہ ہوا ہو ان کی مدد لیں

اساتذہ کے لیے نفسیاتی امداد فراہم کرنا

سیمینار کے دوران اساتذہ کے ایک گروپ کا انتخاب کریں انہیں آلات اور مہارتوں سے آراستہ کریں تاکہ وہ صدمہ زدہ بچوں کی مدد کرسکیں۔ انہیں اس بات کی تعلیم دیں کہ والدین اور ماہرین نفسیات سے تعاون کس طرح کرنا ہے۔

سیمینار کے مثبت نتائج کے لیے اساتذہ کو اپنے ساتھیوں کے ساتھ علم اور تجربے کا تبادلہ کرنا چاہیے۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ سکولوں اور اساتذہ کو شامل کر کے مثبت سوچ اپنائی جائے۔

سیمینار یا تربیتی سیشن کے بعد اساتذہ کی نگرانی بھی اتنی ہی اہمیت کی حامل ہے۔ اساتذہ کے لیے بہت سی تربیتی ورکشاپ منعقد کروانا چاہئیں کیونکہ ایک ورکشاپ ہمیشہ ناکافی ہوتی ہے۔

ڈاکٹر انیکا میکوس کوس بچوں کی نفسیات کی ماہر ہیں۔ 'ٹوگیدر فاؤنڈیشن' میں پروجیکٹ ڈائریکٹر ہیں اور ''سلووین فلن تھراپی'' کی صدر بھی ہیں۔

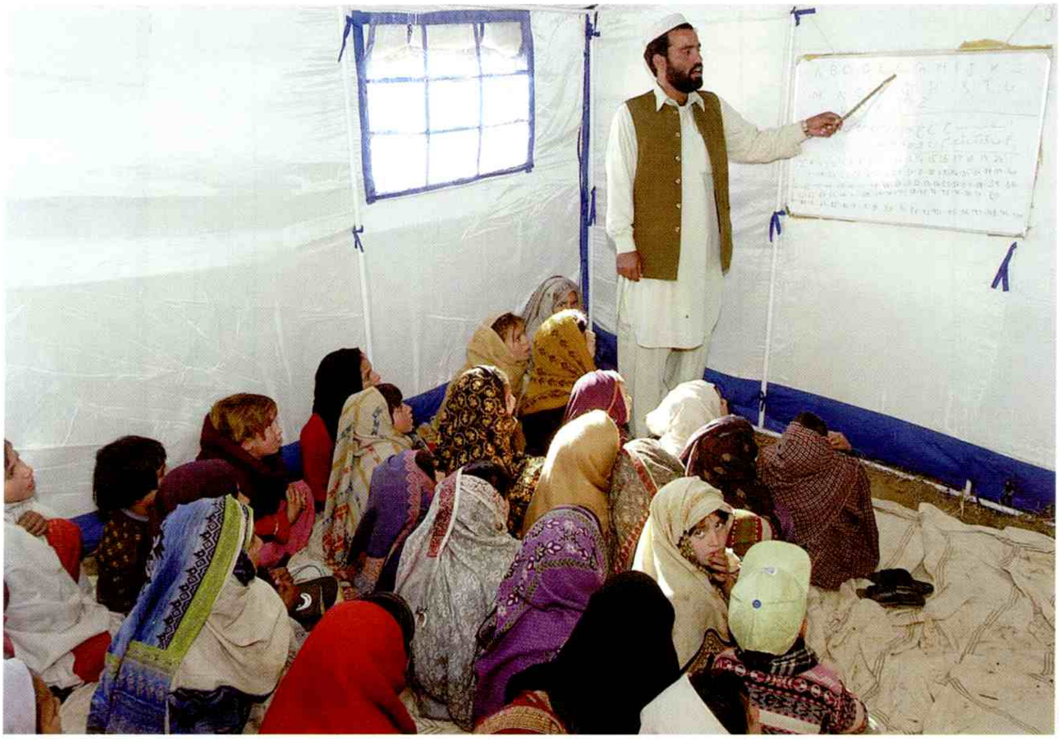

APP

ضمیمہ نمبر 1

شرکت گاہ کا زلزلہ میں بحالی کے کام کا ایک خلاصہ

جون 2006ء تک

نمبر شمار	اشیاء	بالواسطہ تقسیم اور متعلقہ تنظیم	بلاواسطہ تقسیم شرکت گاہ (مستفیدگان)	علاقے جن میں اشیاء تقسیم کی گئیں: بالواسطہ تقسیم	علاقے جن میں اشیاء تقسیم کی گئیں: بلاواسطہ تقسیم
1	کفن	1010 سنگی، لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن		بٹگرام اور بشام (سرحد) راولاکوٹ (آزاد کشمیر)	
2	نپل (بے بی بوتل)	144 لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن		راولاکوٹ (آزاد کشمیر)	
3	بچوں، مردوں اور خواتین کے کپڑے (شالیں، سویٹر وغیرہ)	2490 سرحد رورل سپورٹ کونسل، سنگی	2857	کوہستان، ایبٹ آباد، بشام اور بٹگرام (سرحد)	یوسی پنج گراں (آزاد کشمیر) مظفر آباد سٹی (آزاد کشمیر بشام (سرحد)
4	خیمے اور پلاسٹک کی چادریں	250 لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن		راولاکوٹ (آزاد کشمیر)	
5	سی جی آئی شیٹس اور اوزار	*218 گھر 1308افراد لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن، عمر اصغر خان ڈویلپمنٹ فاؤنڈیشن، سنگی، سرحد رورل سپورٹ کونسل	*359 گھر 2154افراد	راولاکوٹ (آزاد کشمیر) کوہستان، آلائی اور ایبٹ آباد (سرحد)	یوسی پنج گراں (آزاد کشمیر)
6	مکمل بستر (گدا، تکیہ، کمبل، پلنگ)	469 جیک ایرا، سنگی، لیبر ایجوکیشن فاؤنڈیشن، سرحد رورل سپورٹ کونسل	551	راولاکوٹ (آزاد کشمیر) بٹگرام، کوہستان اور ایبٹ آباد (سرحد)	یوسی پنج گراں (آزاد کشمیر) بشام (سرحد)، پنجاب یونیورسٹی (پنجاب)

7	کھانے پینے کی اشیاء	*132 گھر 792افراد لیبرا یجوکیشن فاؤنڈیشن ،سنگی	*100 گھر 600افراد	ایبٹ آباد اور بٹگرام (سرحد) راولاکوٹ (کشمیر)	بشام (سرحد)
8	ادویات (ماسک کاٹن رول، ادویات، کپڑے کی پٹیاں، سرنجیں)	1500افراد جیک ایرا ،لیبرا یجوکیشن فاؤنڈیشن، سنگی		ایبٹ آباد، بشام اور بٹگرام (سرحد)	
9	خواتین کی صفائی ستھرائی کی کِٹس	50 سنگی	1000	بٹگرام (سرحد)	یوسی پنج گراں (آزاد کشمیر)
10	جوتے اور جرابیں (خواتین و بچے)	176 سنگی	1800	بٹگرام (سرحد)	یوسی پنج گراں (آزاد کشمیر) بشام (سرحد)
11	500چولہے، 500من کوئلہ، 500پلاسٹک چادریں، 500لائٹرز،500ڈبے		*500 گھر 3000افراد		یوسی پنج گراں (آزاد کشمیر)
12	شرکت گاہ کا پانی سپلائی میں حصہ:20ہزار، مقامی حصہ:5ہزار		3 گاؤں 1200افراد		یوسی پنج گراں (آزاد کشمیر)
13	چولہے،ایندھن		*750 گھر 4875افراد		8یوسی ضلع کوہستاں اور شانگلہ (سرحد)
14	خواتین کی حفظان صحت کی کِٹس، مردوں کے لیے گرم کپڑے		1855افراد		8یوسی ضلع کوہستان اور شانگلہ (سرحد)
15	سی جی آئی شیٹس، اوزار، برتن، پلنگ اور مکمل بستر		*440 گھر 2860افراد		یوسی پنج گراں، مظفر آباد (آزاد کشمیر)
	کل مستفیدگان	**8,189**	**22,752**		**30,641**

*ایشین ڈویلپمنٹ بنک اور ورلڈ بنک کی رپورٹ کے مطابق آزاد جموں کشمیر اور صوبہ سرحد میں افراد کی تعداد فی خاندان 6.5 ہے۔

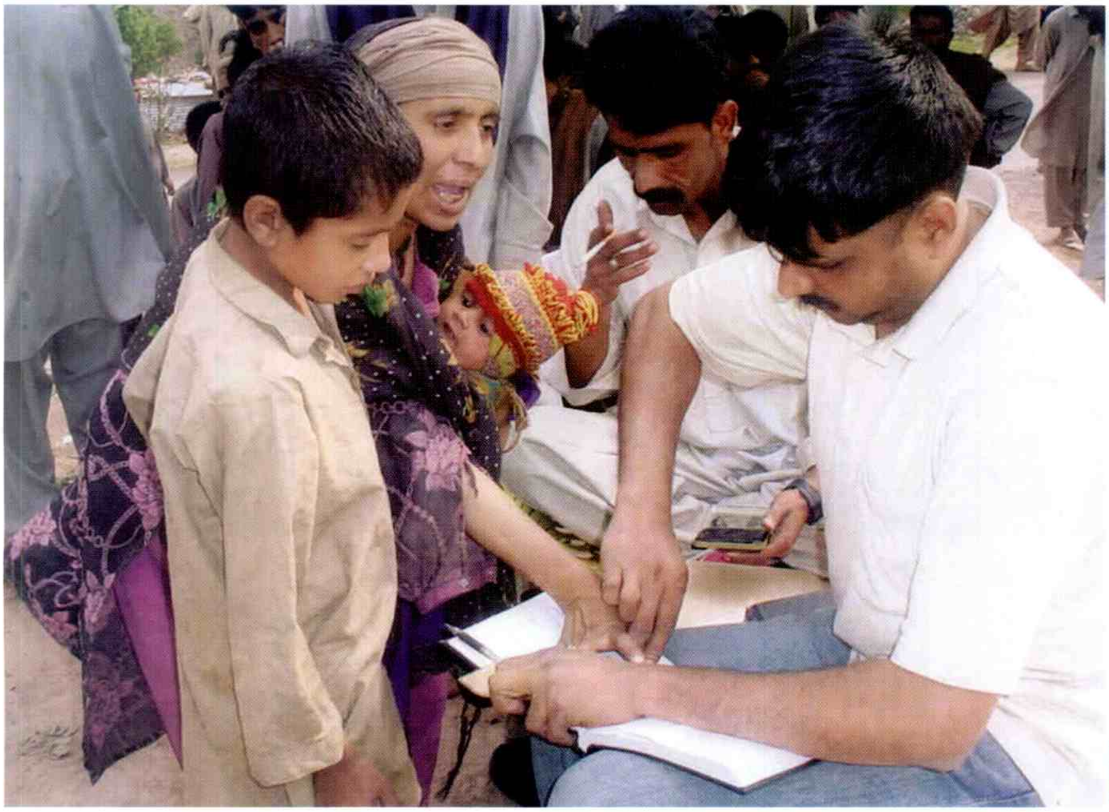

Shirkat Gah

خواتین زیر اثر مسلم قوانین
Women living under muslim laws
النساء في ظل قوانين المسلمين
Femmes sous lois musulmanes

شرکت گاہ
ویمنز ریسورس سنٹر

لاہور : pubs@sgah.org.pk, sgah@sgah.org.pk
کراچی: shirkat@cyber.net.pk
پشاور: sgpesh@psh.paknet.com.pk

www.shirkatgah.org